

۱۴

تحقیقات کیا بڑھایا قابل علاج ہے

فہرست عنوانات

۳۳۵	انچہ کے مجموعے	۳۳۵	مقدمہ
۳۳۶	انچہ کی اقسام	۳۳۶	مرض کی عمومی تعریف
۳۳۷	بڑھاپے کے یقینی اسباب	۳۳۷	ماہیت مرض
۳۴۰	انچہ میں مرض کی ابتداء	۳۳۸	مشینی افعال
۳۴۱	انچہ میں امراض کی صورتیں	۳۳۹	کیا وادی اثرات
۳۴۲	انچہ میں تحریک کے امراض	۳۴۰	حقیقت مرض
۳۴۳	انچہ کی تسکین کے امراض	۳۴۱	کیفیات
۳۴۴	انچہ میں تحلیل کے امراض	۳۴۲	اخلاط
۳۴۵	صحت کے کیا وادی اثرات	۳۴۳	اعضائے زبیر
۳۴۶	بڑھاپے کے تغیرات	۳۴۴	مفردا أعضاء
۳۴۷	بڑھاپے کے بیرونی تغیرات	۳۴۵	کیا بڑھاپا قابل علاج ہے؟
۳۴۸	بڑھاپے کے اندرونی تغیرات	۳۴۶	بڑھاپا کیوں آتا ہے؟
۳۴۹	مشین میں تحریک	۳۴۷	بڑھاپا اور اس کے اسباب
۳۵۰	انسانی مشین میں تحریک	۳۴۸	بڑھاپے کی علامات
۳۵۱	تقسیم جسم انسان	۳۴۹	تصلب الاثران
۳۵۲	زندگی کی ابتداء	۳۵۰	کولیسرول کیا ہے؟
۳۵۳	محركات زندگی	۳۵۱	بڑھاپا اور ساخت جسم
۳۵۴	محركات جسم انسان	۳۵۲	تعریف خلیہ
۳۵۵	نقد جاذبہ	۳۵۳	خلیہ کی ترتیب ساخت
۳۵۶	عروق جاذبہ	۳۵۴	حقیقت خلیہ
۳۵۷	رطوبات باذیہ اور رطوبت مترشح	۳۵۵	غلیات کی نشوونما اور باہمی تعلق
۳۵۸	فرنگی طب کی غلط فہمی	۳۵۶	انچہ
۳۵۹	نقد جاذبہ کے افعال	۳۵۷	اقسام انچہ
۳۶۰		۳۵۸	افعال خلیہ

۳۶۹.....	علاج	۳۶۳.....	فرنگی طب کی تطبیق
//	تداویری علاج	//	طحال کی تشریح
۳۷۰.....	غذا	//	طحال کے افعال
//	مفرد ادویات	۳۶۴.....	سودا
//	مرکب ادویات	//	بڑھاپا اور خون
//	اسراری روغن	//	علم و فن طب اور پیدائش خون
//	اعادہ شباب کے لیے مجربات	//	ماڈرن سائنس اور پیدائش خون
//	لذو قیام شباب	۳۶۵.....	جگر
//	برقی شباب آور	//	مقام جگر
۳۷۱.....	اطریٹل شباب آور	۳۶۶.....	جگر کی ساخت
//	مجنون شباب آور	//	جگر کے افعال
//	حب شباب آور	//	تولید دم (خون)
//	سفوف شباب آور	//	مولد صفراء
//	اکسیر شباب آور	۳۶۷.....	قیام شباب
۳۷۲.....	تریاق شباب آور	//	اعادہ شباب
//	اکسیر اعادہ شباب	//	جوانی اور قوت
۳۷۳.....	قانون مفرد اعضاء	۳۶۹.....	اسباب
//	قانون کلیات	//	علامات

مقدمت

مرض کی عمومی تعریف

شیخ الرئیس نے لکھا ہے کہ مرض بدن کی اس حالت کا نام ہے جب اعضاء بدن اور مجاری (راستے) اپنے افعال صحیح طور پر انجام نہ دیں۔ تمام جسم کے اعضاء مجاری یا کوئی ایک صحیح حالت پر نہ ہو۔ بہر حال اس حالت کو مرض کا نام دیا جاتا ہے۔ کسی علامت کو مرض کا درجہ دینا صحیح نہیں ہے۔

ماہیت مرض

یہ ایک ایسا علم ہے جس میں ہر مرض کی ماہیت اور ہیئت اس طرح ذہن نشین ہو جاتی ہے کہ مرض کی ابتدا، اس کی شکل و صورت، جسم کے اندر اس کی تبدیلیاں (مشیئی اعمال)، خون کے تغیرات (کیمیادی افعال)، خراب مادوں کی پیدائش (جن میں جراثیم اور تشنن بھی شریک ہیں) اور ان کے انجام کا پورا نقشہ سامنے آ جاتا ہے۔ اس علم کو انگریزی میں پیتھالوجی کہتے ہیں۔

مشیئی افعال

جسم کے مشئی افعال سے مراد نظام ہائے جسم و مرکب اعضاء اور مفرد اعضاء (انجے) کے افعال پر غور کرنا تا کہ ان کے افعال میں جو کمی بیشی اور ضعف پیدا ہوتا ہے وہ حالتیں مد نظر ہیں۔

کیمیادی اثرات

جسم میں کیمیادی اثرات کے لیے اخلاط و کیفیات کے ساتھ خون کی مخصوص حرارت خون کے مادی اور ہوائی اجزاء اور خون کی رطوبت کی کمی بیشی ان کا گنا و جذب ہونا اور تغیرات کا جاننا ضروری ہے تا کہ مشئی افعال کے ساتھ کیمیادی اثرات کے توازن کا اندازہ کیا جاسکے۔ اس سے ماہیت مرض کا صحیح اندازہ ہو سکتا ہے۔

حقیقت مرض

جسم میں مرض اور علامات کے فرق کو معلوم کرنا۔ مرض و کیفیات اور اخلاط اور اعضاء کا باہمی تعلق جاننا یا مرض کا تعلق مفرد اعضاء (انجے۔ ہانفتیں) کے ساتھ قائم کرنا جیسا کہ ہم نے اپنی تحقیق میں ثابت کیا ہے کہ جب اخلاط مجسم ہو جاتے ہیں تو مفرد اعضاء بن جاتے ہیں۔

کیفیات

مفرد کیفیات چار ہیں۔ گرمی سردی خشکی تری ہر کیفیت کبھی تنہا نہیں ہوتی۔ ہمیشہ مرکب ہوا کرتی ہے: ① گرمی خشکی جو آگ کا مزاج ہے۔ ② گرمی تری جو ہوا کا مزاج ہے۔ ③ سردی تری جو پانی کا مزاج ہے۔ ④ سردی خشکی جو مٹی کا مزاج ہے۔ اس لیے مرکب کیفیات آٹھ شمار ہوتی ہیں۔

اخلاط

اخلاط چار ہیں: ① خون جس کا مزاج گرم تر ہے۔ ② صفرا جس کا مزاج گرم خشک ہے۔ ③ بلغم جس کا مزاج سرد تر ہے۔ ④ سودا جس کا مزاج سرد خشک ہے۔

اعضائے رئیسہ

① دل جس کا مزاج گرم تر ہے۔ ② دماغ جس کا مزاج سرد تر ہے۔ ③ جگر جس کا مزاج گرم خشک ہے۔ ④ لثام ل اعضائے رئیسہ میں نہیں ہے۔ اعضائے شریفہ میں ہے اس کا مزاج سرد خشک تسلیم کیا گیا ہے۔ یہ تمام اپنے مفرد اعضاء کے ذریعہ سے آپس میں مرکب ہو کر ترتیب پائے ہوئے ہیں۔ جن کا ذکر آئندہ بیان کیا جائے گا۔

مفرد اعضاء

فرنگی طب چار اخلاط کو نہیں مانتی۔ لیکن چار نشوز (انسجہ) کو ضروری تسلیم کرتی ہے اور یہ بھی تسلیم کرتی ہے کہ تمام جسم انہی چار قسم کے نشوز سے بنا ہوا ہے اور یہ بھی تسلیم کرتی ہے کہ یہی چار نشوز (انسجہ) انسانی جسم کے بنیادی اعضاء ہیں اور یہ بھی تسلیم کرتی ہے کہ ہر ایک دوسرے سے مختلف ہے اور یہ اختلاف پیداؤں شکل اور عمل میں پایا جاتا ہے۔ یہ نشوز درج ذیل ہیں:

① نرود نشوز۔ انسجہ اعصابی۔ ② مسکور نشوز۔ انسجہ عضلاتی۔ ③ اٹھصل نشوز۔ انسجہ غدی و غشاء خاظمی۔ ④ کنکو نشوز۔ انسجہ اطاتی۔ یہ نشوز (انسجہ) سبزو (خلیات) کے مجموعے ہیں۔ ہر سبیل (خلیہ) ایک زندہ حیوانی ذرہ ہے۔ اس میں تولد و تمیہ اور تغذیہ و تصفیہ کی قوتیں پائی جاتی ہیں۔

طب بھی انہی نشوز (انسجہ) کو مفرد اعضاء تسلیم کرتی ہے اور وہ بھی ان کو ① اعصابی ② عضلاتی ③ کبدی (غدی) کہتی ہے اور اعضائے رئیسہ دل و دماغ اور جگر بنتے ہیں۔ ان کا دوسرا نام حیاتی اعضاء ہے۔ جن کے عمل سے زندگی قائم ہے۔ ④ ہڈی و کبری و قیرہ ایسے اعضاء جن سے جسم کی بنیادیں بنتی ہیں، ان کو بنیادی اعضاء کہتے ہیں اور طب یہ بھی تسلیم کرتی ہے کہ جب اخلاط بدن میں جسم ہوتے ہیں تو پہلے یہی مفرد اعضاء نشوز (انسجہ) بنتے ہیں۔

ان تحقیق سے ثابت ہوا کہ یہی چار اخلاط چار قسم کے مفرد اعضاء بناتے ہیں۔ گویا یہ چار قسم کے نشوز چار اخلاط سے بنتے ہیں۔ ان دلائل سے ثابت ہوا کہ اخلاط چار ہیں اور فرنگی طب جو اخلاط کو تسلیم نہیں کرتی۔ اس کی تحقیق غلط ہے۔ گویا نشوز (انسجہ) یا مفرد اعضاء مجسم اخلاط ہیں۔ انہی مفرد اعضاء پر ہم نے تجزیہ طب اور احیائے فن کی بنیاد رکھی ہے۔ اسی قانون سے ہم نے فرنگی طب کو غلط ثابت کیا ہے۔

حکیم انقلاب صابر ملتانی

(ماخوذ از ماہنامہ رجسٹریشن فروری ۱۹۷۰ء)



تحقیق و تدقیق اور ریسرچ صرف یورپ و امریکہ اور روس کا ہی حق نہیں ہے

کیا پڑھاپا قابل علاج ہے؟

حکیم انقلاب دوست محمد صابر ملتانی

”بڑھاپے کے خلاف جنگ“ کے عنوان کے تحت روز نامہ امروز نے اخبار کے پس منظر میں لکھا ہے کہ گزشتہ دنوں چسپٹ نام (نیوربوسک) میں ایک نوعمر لڑکی مس نار ماگیلفٹ ”بڑھاپے“ کے باعث انتقال کر گئی ہے۔ اس کی عمر دس برس تھی اور ابھی گڑبوں سے کھلتی تھی۔ مگر دیکھنے میں نوے سال کی بڑھیا دکھائی دیتی تھی۔ ڈاکٹروں کا کہنا ہے کہ متوفیہ پر دیگر یا کے مرض میں مبتلا تھی۔ جس کے باعث مریض کے اعضاء قبل از وقت منہدمل ہو جاتے ہیں اور بڑھاپا طاری ہو جاتا ہے۔ کینیڈا اور امریکہ کے ماہروں نے مریضہ کا معائنہ کیا اور اس کی بیماری کے اسباب اور علاج معلوم کرنے کی بہت کوشش کی مگر کامیاب نہ ہو سکے۔ فارما کا ایک بھائی ”وکی“ بھی اسی مرض کے باعث گیارہ برس کی عمر میں انتقال کر گیا تھا۔

بڑھاپا کیوں آتا ہے؟

بڑھاپے کی حقیقت پر روشنی ڈالتے ہوئے موقر روز نامہ لکھتا ہے کہ بڑھاپے کا تعلق عموماً عمر سے قائم کیا جاتا ہے لیکن طبی سائنس بڑھاپے میں عمر کے تعلق کو چند انہیت نہیں دیتی اس کے نزدیک دس پندرہ برس کی عمر میں بھی بڑھاپا شروع ہو سکتا ہے اور اس کے آثار نمایاں ہو سکتے ہیں مثلاً بال سفید ہو جائیں کھال خشک ہو کر سکر جائے جھریاں ابھرائیں نسیں چمک سے محروم ہو جائیں۔ پھر یہ بھی ممکن ہے کہ جب یہ دس یا پندرہ سالہ بڑھاپا چھپس برس کو پہنچے تو ناتوانی کے باعث اس سے چلا سکے۔ یہ شخص مفروضہ نہیں ہر سال اس نوع کے دو تین نوعمر بوڑھے ڈاکٹروں کے معائنے میں آ ہی جاتے ہیں۔ بہر طور اگر ایسا ہوتا بھی ہے تو اسے عام قانون فطرت کے خلاف ہی کہنا چاہیے۔ کیلے فور نیا یونیورسٹی کے پروفیسر ڈاکٹر رائے والفورڈ کا کہنا ہے جب ایک انسان کے جسم میں کسی دوسرے انسان کے غلے جراثیم کے ذریعے پیوند کر دیئے جائیں تو جسم میں مخالفانہ رد عمل شروع ہو جاتا ہے۔ بالکل اسی طرح جب انسان کبولت کی منزل میں پہنچتا ہے تو جسم کے بیس غلے اپنی ہیئت تکسر بدل جانے کے باعث انجینی بن جاتے ہیں اور جسم انہیں خارج کرنے کے لیے جہد آزما ہوتا ہے جیسے جیسے سبب شدہ غلیوں کی تعداد بڑھتی ہے جسم کا ”احساس ناگواری“ بڑھتا جاتا ہے۔ یہ داخلی جنگ اور کشمکش ہی ایک فرد کو بتدریج بوڑھا کر دیتی ہے۔ ڈاکٹر والفورڈ کا خیال ہے کہ اگر ناگواری پیدا کرنے والے محرکات ختم ہو جائیں تو بڑھاپا پارک سکتا ہے۔ جب ہم بارہ برس کی عمر کو پہنچتے ہیں تو ہمارے جسم میں نموی طاقت اور عام قوت انحطاط پذیر ہو جاتی ہے۔ یہ انحطاط ساری عمر جاری رہتا ہے۔ انحطاط کا یہی عمل بڑھاپے اور موت سے تعبیر ہوتا ہے۔

سائنس دانوں کی توجہ یہ معلوم کرنے پر مرکوز ہے کہ طاقت کا یہ ضیاع کیوں ہوتا ہے اور آیا ہم اس عمل کو روک سکتے ہیں۔ انسان کے جسم میں دو قسم کے غلے ہیں۔ ایک وہ جن میں کلکتہ و تعمیر کا عمل جاری رہتا ہے مثلاً جگر اور جلد کے غلے اور ایک وہ جو اس عمل سے آشنائیں۔ ان میں دماغ کے غلے شامل ہیں۔ البتہ جب تک انسان زندہ رہتا ہے۔ موخر الذکر غلے بھی زندہ رہتے ہیں۔ بڑھاپے کا ایک امکانی سبب ان غلیوں کا ضیاع ہے جو وہ بارہ بن نہیں سکتے۔ دوسرا سبب یہ ہے کہ جو غلے کلکتہ ہو کر پھر بحال ہو جاتے ہیں۔ ان میں کلکتہ وریئت اور تعمیر نو کا عمل بتدریج مست پڑ جاتا ہے۔ تیسرا امکان یہ ہے کہ بڑھاپا غلیوں کی کلکتہ و تعمیر کے عمل میں بتدریج کمزوری سے نہیں بلکہ جسم کے مردہ اجزاء کے سخت ہو جانے کے

باعث آتا ہے۔

انسان کو ہمیشہ کے لیے تندرست اور جوان رکھنے کے لیے دو خطوط پر کام ہو رہا ہے۔ اول انسانی جسم کے غلیوں کو تازہ کاری اثرات سے محفوظ رکھنے کی کوشش کی جا رہی ہے کیونکہ ان اثرات سے شکست و ریخت کا عمل تیز ہو جاتا ہے۔ دوسرے یہ کہ ایسی خوراک استعمال کی جائے جس میں وہ سب کچھ جو زندگی کا بقا کے لیے لازمی ہے لیکن اس میں جسم کو بڑھانے والے اثرات کم ہوں۔ جب انسان طبعی عمر کو پہنچے تو خوراک میں حراروں کا اضافہ کر دیا جاتا ہے۔ بہر طور ابھی یہ مفروضے تجربات کی حدود میں ہیں۔ قطعیت کے ساتھ کچھ نہیں کہا جا سکتا کہ بڑھاپے کے تدارک کے باب میں ہونے والی کوشش کب بار آور ہوگی۔

بڑھا پا اور اس کے اسباب

اس عنوان کے تحت جناب کلیم محمد اقبال حسین صاحب ایم اے کراچی نے مسز سینٹورڈ اینٹ کا ایک اقتباس پیش کیا ہے جو درج ذیل ہے۔

بڑھا پا دراصل ایک بیماری ہے جس میں عمر کے ساتھ ساتھ ہماری شریانوں اور ویدوں کی ساخت میں فضلتا مت نشین ہو جاتے ہیں اور ان کی وجہ سے ہماری خون کی نالیوں کی قدرتی چمک ختم ہو جاتی ہے اور ان میں سختی آ جاتی ہے چنانچہ بوڑھوں کا طبی امتحان کیا جاتا ہے تو بڑی حد تک ان کی تمام جسمانی گراؤت کا سبب شریانوں کا سخت اور موٹا پڑ جانا نکلتا ہے۔ خون کی نالیوں میں اس تہ نشین مادے کی مثال ہم ایسے بواکر کی نالیوں سے دے سکتے ہیں جن میں چونے کی تہ جم جاتی ہے خاص طور پر اس وقت جبکہ اس میں ایسا پانی استعمال کیا جائے جس میں چونا بہت زیادہ شامل ہو۔ ایسے بواکر کی نالیوں میں اس تہ نشین چونے کی کچھروں سے بہت جلد تنگ پڑ جاتی ہیں اور ان میں رکاوٹ پیدا ہونے لگتی ہے چنانچہ جب تک ان نالیوں میں سے چونے کے تہے ہوتے کچھرے نہ چھنائے جائیں ان کی کارکردگی بحال نہیں ہوتی بالکل اسی مثال پر اپنی خون کی نالیوں کی حالت کو قیاس کر لیجئے اس کو طبی اصطلاح میں ”تصلب شراکین“ یعنی شریانوں کا سخت و بے چمک ہونا کہتے ہیں۔

”شریانوں کے سخت و بے چمک ہوجانے کی یہ حکایت کیرسینی اور بڑھاپے کے ساتھ آتی ہے اور کسی مرکب دو یا ہارمون سے رفع نہیں ہو سکتی اور نہ ہی غذا اس تہ نشین مادہ کا اخراج عمل میں لاسکتی ہے۔ نظری حیثیت سے گفتگو کی جائے تو یہ مشورہ دیا جا سکتا ہے کہ اس صورت حال کا تدارک اس طرح سے کیا جائے کہ غذا میں وہ چیزیں استعمال نہ کی جائیں جن میں چونا یا کیشیم ہوتا ہے مگر اس پر عمل پیرا ہونا تقریباً ناممکن ہے اس لیے کہ جن غذاؤں میں کیشیم اور چونا ہوتا ہے ان میں دوسرے اہم ترین اجزائے غذا بھی پائے جاتے ہیں۔ اب اگر کیشیم اور چونے کے اجزائے غذا سے بچانے کے لیے آپ نے کسی کو ان غذاؤں کا استعمال ہی ترک کر دیا تو آپ نے اسے دوسرے اہم ترین اجزائے غذا سے بھی محروم کر دیا۔ پھر جسم انسانی میں کیشیم کی بھی ضرورت پڑتی ہے۔ اس پر بیزگاری کی صورت میں وہ اس طرح اور کہاں سے فراہم کیا جائے گا۔ اگر آپ نے یہ سمجھ کر کہ خون میں کیشیم اور چونا زیادہ ہوگا تو وہ شریانوں میں نشین بھی ہوگا۔ بچپن ہی سے ایسی غذا کھلائیں جس میں کیشیم کم یا بالکل نہیں ہوتا تو ایسے شخص کی نشوونما راک جائے گی اور اسے بیاباؤں سے کبھی فرصت نہ ہوگی۔

چلے تھوڑی دیر کے لیے یہ فرض بھی کر لیں کہ ایسی غذا استعمال کرنے سے جس میں کیشیم نہ ہو کوئی نقصان نہیں پہنچتا اور ہم یہ فرض بحال اگر ایسی غذا فراہم کرنے میں کامیاب ہو جائیں تو بھی مسئلہ حل نہیں ہوتا۔ اس لیے کہ شریانوں اور ویدوں میں فقط چونا ہی تہ نشین نہیں ہوتا بلکہ ہماری نسیجوں اور غلیات کی ٹوٹ پھوٹ سے جو کوڑا کرکٹ اور میل کیل پیدا ہوتا ہے اس کا کچھ حصہ بھی نظام جسمانی میں رہ کر خون کی نالیوں میں جمع ہوتا رہتا ہے۔

”بڑھاپے کے اسباب پر مزید غور کیا جائے تو خون کی نالیوں کے سخت اور بے چمک ہونے کے علاوہ اس کا ایک اور سبب بھی سامنے آئے گا

اور وہ ہے نظام غدود میں اضمحلال و سستی کا پیدا ہونا۔ جیسے جیسے ہماری عمر زیادہ ہوتی چلی جاتی ہے ان غدود میں بھی سستی بڑھتی چلی جاتی ہے جس کی وجہ سے ہمارے جسم کے اندر نہ غذا اسی ٹھیک طور پر جذب ہو پاتی ہے اور نہ ہی اخراج فضلات صحیح طریق پر عمل میں آ سکتا ہے۔ چنانچہ بڑھاپے میں عموماً انسان اچھی سے اچھی غذا کے باوجود اس سے پوری طرح استفادہ نہیں کر سکتا۔ اس سبب سے اعضائے ریکرڈ مثلاً قلب و دماغ و جگر اپنے مقررہ وظائف اچھی طرح انجام دینے سے قاصر رہتے ہیں۔ حافظہ کمزور ہو جاتا ہے۔ خیالات میں الجھاؤ پیدا ہونے لگتا ہے۔ اور عمر کی بڑھوتری کے ساتھ ساتھ ان میں باہمی ربط قائم رکھنے کی صلاحیت باقی نہیں رہتی۔ اس صورت حال کی اصلاح نہ اب تک دوا و غذا سے ہوتی ہے نہ آئندہ ہونے کی توقع ہے۔

جناب حکیم محمد اقبال حسین صاحب ایم۔ اے یہاں ایک سوال پیدا کرتے ہیں کہ ”جب نہ کوئی دوا اس کا تدارک کر سکتی ہے اور نہ ہی غذا سے اس کی اصلاح ہو سکتی ہے تو پھر وہ کیا تدابیر ہیں جن سے خون کی نالیوں کا یہ زنگ چھڑایا جا سکتا ہے اور نظام غدود کے اضمحلال و سستی کو دور کر کے استعمال غذا کو درست کیا جا سکتا ہے تاکہ بڑھاپے کے ان بنیادی اسباب کو رفع کر کے اس کی آمد کو زیادہ سے زیادہ عرصہ تک مؤخر کیا جاسکے۔ بہر حال اس سوال کا جواب بھی مسٹرینٹ کے اپنے الفاظ میں ملاحظہ فرمائیں۔ وہ کہتے ہیں ”یہ کام دواؤں کے ذریعے کبھی بھی انجام نہیں پاسکتا۔ اس کا صحیح طریقہ تو قدرت ہی نے بتایا ہے اور وہ ہے عضلاتی حرکات یعنی نظام جسمانی کے ہر عضلہ پر تازہ اور ڈھیل کا عمل کر کے شریانوں، ریدوں اور غدود میں جو فضلات جمع ہیں ان کو خارج کر دیا جائے۔ دراصل اسی ایک نکتہ میں اعادہ شباب اور درازی عمر کا راز پوشیدہ ہے۔“ اس کی تشریح حکیم صاحب موصوف یوں کرتے ہیں۔

تناؤ اور ڈھیل کے اس عمل سے عضلات میں نمودار ترقی ہوتی ہے۔ ان کی قوت اور چمک میں اضافہ ہوتا ہے اور آخر کار وہ جوان ہو جاتے ہیں۔ پھر چونکہ تمام عضلات اور اعضائے جسم باہم مددگار ایک دوسرے سے قریبی تعلق رکھتے ہیں۔ اس لیے خون کی نالیوں اور نظام غدود میں جو فاسد مادہ جمع ہو جاتا ہے وہ ان عضلاتی حرکات کے ذریعے بالکل اسی طرح خارج ہو جاتا ہے جس طرح پانی کے ٹل یا اسی طرح کی کسی ٹیوب میں کوڑا کرکٹ جمع ہو جانے کی صورت میں آپ ہوا بھرنے کے پمپ سے ہوا کا دباؤ ڈال کر صاف کر دیتے ہیں۔ ان عضلات کی حرکات سے آپ کا نظام دفع (نظام معامت) مستقل طور پر کھل جائے گا اور فاسد مادوں کا اجتماع کبھی بھی نظام جسمانی میں نہیں ہو پائے گا نیز اس کے ساتھ ہی عضلات سے ملحق جو غدود اور اعضا ہوں گے وہ تھریک پا کر تازہ ہو جائیں گے۔ الغرض تمام نظام جسمانی کے عضلات شریان اور غدود کے نظام پر تازہ اور ڈھیل کا نہایت ہی خوشگوار اثر مرتب ہوگا چند ہی ماہ میں اس کے نتیجہ میں نمایاں طور پر چہرے اور دوسرے اعضائے جسمانی پر جوانی اور شباب ظاہر ہونے لگیں گے۔

یہاں پر پھر یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ کیا صرف عضلات پر تازہ اور ڈھیل سے جوانی و قوت اور صحت لوٹ آئے گی اور شریانیں کی تختی خلیات کی دوبارہ پیدائش اور خون میں کیبجی اجزاء کا مکمل ہونا پورا ہو جائے گا۔ یہ بھی یاد رکھیں کہ یہ سب خوبیاں بغیر خون کے پیدا نہیں ہو سکتیں جو غذا ہی سے پیدا ہو سکتا ہے۔

بڑھاپے کی علامات

- بڑھاپے کی علامات تین قسم کی ہیں: ① ظاہری علامات ② باطنی علامات ③ نفسیاتی علامات۔
- ① ظاہری علامات میں صحت گمراہ جاتی ہے۔ قوت میں کمزوری آ جاتی ہے اور جوانی بڑھاپے میں تبدیل ہو جاتی ہے۔ جس سے چہرے پر

- جھریاں ظاہر ہو جاتی ہیں۔ گالوں میں کڑھے پڑ جاتے ہیں۔ دانت گر جاتے ہیں۔ بال سفید ہو جاتے ہیں اور رنگ بگڑ جاتا ہے۔
- ② باطنی علامات میں یہ امر تحقیق ہو چکا ہے کہ جسم کی شرائن میں سختی پیدا ہو جاتی ہے۔ جسم کے عضلات (گوشت) سخت ہو جاتے ہیں۔ خلیات جسم کی نشو و ارتقاء میں خرابیاں اور توڑ پھوڑ شروع ہو جاتا ہے۔ دوران خون میں فرق پڑ جاتا ہے اور اس کے کیسے یاوی اجزاء میں کمی نشی پیدا ہو جاتی ہے۔
- ③ نفسیاتی علامات میں جذبات میں تیزی خصوصاً غصے میں زیادتی، طبیعت کے خلاف برداشت کم ہو جاتی ہے۔ ضد بڑھ جاتی ہے۔ گویا بچپن لوٹ آتا ہے اور بوڑھا آدمی ایسا معلوم ہوتا ہے کہ عام آدمی سے بالکل بدل گیا ہے۔
- ہزاروں سالوں سے لے کر اس زمانے تک جب کہ سائنس کا دور ہے تمام ظاہری علامات دراصل باطنی علامات کی وجہ سے ہی پیدا ہوتی ہیں۔ اس لیے جب تک باطنی علامات کو روکا یا ختم نہیں کیا جائے گا یا ان کو علاج سے دور نہیں کیا جائے گا اس وقت تک نہ ظاہری علامات رک سکتی ہیں اور نہ ہی نفسیاتی علامات میں اعتدال پیدا ہو سکتا ہے۔ اس لیے بڑھاپے کی روک تھام اور علاج کی صورت میں پہلے اس کی باطنی علامات کو روکنا پڑے گا۔ اس لیے پہلے انہی علامات کا جاننا انتہائی ضروری ہے۔

تصلب الشرائن

شریانوں میں سختی سے مراد یہ ہے کہ اس کی دیواروں میں ایک خاص قسم کا مادہ جمننا شروع ہو جاتا ہے جس میں رفتہ رفتہ اضافہ ہونے سے اس کی تہ موٹی ہو جاتی ہے۔ پھر اس میں چونے (کیلشیم) کا اضافہ ہونے لگتا ہے۔ جس سے شریانوں کے اندر دوران خون کے بہاؤ میں رکاوٹ پیدا ہونا شروع ہو جاتی ہے اور یہ گھجائش کم سے کم تر ہوتی جاتی ہے۔ اس رکاوٹ سے خون کا دباؤ بڑھ جاتا ہے۔ جس کو فرٹیگی طبع کی اصطلاح میں بلڈ پریشر کہتے ہیں۔

شریانوں میں اس مادہ کے متعلق پہلے کوئی علم نہیں تھا کہ کیا شے ہے جو تہ نشین ہو کر ان پر جم جاتا ہے۔ جب سائنس دانوں نے اس مادہ کے متعلق تحقیق کی تو انہوں نے بتایا کہ اس مادہ کو کولیسترول کہتے ہیں۔

کولیسترول کیا ہے؟

کولیسترول کے متعلق کتاب ”بڑھاپا اور اس کا سدباب“ میں درج ہے۔ ماہرین طب کے درمیان اس کے حقیقی سبب کے بارے میں اختلاف رائے پایا جاتا ہے۔ بعض کا خیال ہے کہ غذا میں کولیسترول کی زیادتی اس کا باعث ہے۔ کولیسترول ایک چکنی روغنی مادہ ہوتا ہے جو جانوروں کے گوشت کی چربی مارگرین، بیٹر بنا سٹی گھی، دودھ، مکھن وغیرہ میں پایا جاتا ہے اور یہ چیزیں جب زیادہ استعمال ہوتی ہیں تو کولیسترول ہماری شریانوں میں بیٹھنے لگتا ہے۔ بعض کی رائے یہ ہے کہ جسم میں کولیسترول کی مقدار کوئی اہمیت نہیں رکھتی بلکہ اہم چیز یہ ہے کہ نظام جسمانی کولیسترول کو کس طرح کام میں لاتا ہے۔ اس لیے کہ بعض لوگوں کی شریانوں میں کولیسترول کی تہ جمتی ہے اور بعض لوگوں کی شریانوں میں اس کے باوجود کہ وہ روغنی اجزاء زیادہ کھاتے ہیں مگر کولیسترول نہیں جمتا۔ اس سے معلوم ہوا کہ اصل مسئلہ ایک شخص کے استعمال غذا (ہینا بولڈم) کا ہے یعنی کسی خاص وجہ سے جتنا کولیسترول بھی اس کے جسم میں موجود ہوتا ہے۔ اسے جسم اپنے کام میں لے لیتا ہے اور شریانوں میں اس کے جمع ہونے کا مسئلہ سرے سے پیدا ہی نہیں ہوتا۔

بہر حال اس سے اتنی بات تو واضح ہو جاتی ہے کہ شریانوں میں سختی کی پیدائش کے اسباب میں کسی نہ کسی طرح کو لیسٹرول کو دخل ضرور ہے۔ جب یہ بات ہے تو ہمیں کو لیسٹرول کے متعلق یہ جاننا چاہیے کہ یہ کیا ہے اور نظام جسم میں اس کی ضرورت کیوں پیش آتی ہے۔

کو لیسٹرول کے متعلق جدید تحقیق یہ ہے کہ یہ تغذیہ اور استعمال غذا میں نہایت اہم پارٹ ادا کرتا ہے یعنی یہ وٹامن "ڈی" جنسی ہارمونز کا گاہ گردہ کے ہارمونز کی پیدائش کے علاوہ مضر امی نمکیات کی پیدائش کا بھی ذمہ دار ہے۔ جو روغنی اجزاء غذا کو جسم کرتے ہیں۔ اس مقصد کے لیے خود ہمارا جگر ۳۰۰ ملی گرام یومیہ کو لیسٹرول بناتا ہے۔ اس کے علاوہ بعض غذاؤں سے بھی کو لیسٹرول ہمارے جسم کو ملتا ہے۔

چونکہ امریکہ میں قلب کے عوارض اور سقوط قلب (ہارٹ فیور) کی وجہ سے زیادہ اموات واقع ہوتی ہیں اس لیے کو لیسٹرول پر سب سے زیادہ کام بھی وہیں ہوا ہے۔ گزشتہ سال ٹائم میں ڈاکٹر ایمل کا ایک مضمون کو لیسٹرول پر شائع ہوا تھا۔ موصوف نے یورپ کے تمام ملکوں کا دورہ کر کے اور وہاں کے باشندوں کی غذاؤں کا مطالعہ کر کے یہ نتیجہ نکالا تھا کہ جن ممالک میں پھلوں اور سبزیوں کا زیادہ استعمال ہوتا ہے وہاں کے لوگ قلبی عوارض میں بہت کم مبتلا ہوتے ہیں۔ اس کے ساتھ ہی انہوں نے یہ بھی بتایا تھا کہ کو لیسٹرول کی زیادہ مقدار کا بدردقہ تکلیف دہ ہے اور ہیکٹن سیب میں زیادہ پایا جاتا ہے چنانچہ جو شخص دو سیب یومیہ کھائے گا اس میں کو لیسٹرول کی زیادتی کبھی نہ ہوگی۔ ڈاکٹر ایمل کے اس دعویٰ کا بھی یہی مشر ہوا کہ کچھ نے تسلیم کیا اور کچھ نے تسلیم نہ کیا۔

تحقیق کے دوسرے گروپ نے یہ دعویٰ کیا کہ کو لیسٹرول کا مسئلہ استعمال غذا میں خرابی کی وجہ سے پیدا ہوتا ہے۔ جن غذاؤں میں قدرت نے کو لیسٹرول پیدا کیا ہے ان میں ان کا بدردقہ ایسی تھین پیدا کیا ہے۔ جب ہم ان روغنی اجزاء کو صاف کرتے ہیں اور ان میں سے ہائیڈروجن گزار کر گھی اور کھن کی طرح بنا لیتے ہیں۔ جیسے ہونے اور سروسوں کے تیل سے بنا جاتی گھی بنا لیا جاتا ہے۔ اس وقت ان میں سے ایسی تھین ضائع ہو جاتا ہے اور کو لیسٹرول باقی رہتا ہے۔ چنانچہ جب ان روغنی غذاؤں کا استعمال کیا جاتا ہے تو کو لیسٹرول تو نظام جسمانی میں پہنچ جاتا ہے لیکن اس کا بدردقہ نہیں پہنچتا۔ اس صورت میں کو لیسٹرول ہماری شریانوں میں جمع ہونا شروع ہو جاتا ہے۔ بازاری کیک، پیسٹریاں یا ڈبوں کے کھن وغیرہ بھی اسی زمرہ میں شمار ہوتے ہیں جن میں محض کو لیسٹرول ہوتا ہے اور اس کا بدردقہ ایسی تھین نہیں ہوتا۔ ایسی تھین دراصل زردی مائل موم کی مانند ایک قسم کا مادہ ہوتا ہے جسے مصنوعی طور پر انڈے کی زردی سے بھی تیار کر لیتے ہیں۔ چنانچہ اسی بنا پر اسے جو ہر زردی بھی بندھ گیا کہا جاتا ہے۔

ان قدرتی غذاؤں میں یہ جو ہر موجود ہوتا ہے جنہیں مصنوعی طریق پر بہتر اور صاف کرنے کی کوشش نہیں کی جاتی مثلاً سروسوں، تیل، بولڈ اور زیتون کے تیل انڈا، ادا م اور دیگر مغزیات خالص گیہوں کا وہ آٹا جسے میدا بنالیا گیا ہو بلکہ وہ بے چھنسا آٹا ہی ہو۔ اس کے اگر کیک، پیسٹریاں بھی بنائی جائیں تو ان میں ایسی تھین موجود ہوگا۔ گوشت، جگر، دل اور گردے میں ایسی تھین پایا جاتا ہے۔

ان محققین کی اختلاف رائے کے باوجود ان سب میں جو بات مشترک ہے وہ یہ غذاؤں کا ایسی حالت میں استعمال کرنا جب کہ ان میں بہت زیادہ لعرف نہ کیا گیا ہو۔ زیادہ سے زیادہ ان کا قدرتی حالت میں استعمال اس بات کی ضمانت ہے کہ کو لیسٹرول بڑھاپے میں بھی تکلیف دہ ثابت نہیں ہوگا اور شریانوں میں اتنا شدید تھلب نہ ہوگا کہ خون کا دباؤ بڑھ جائے۔

شریانوں کی سختی کا باعث کو لیسٹرول قرار دیا گیا ہے اور یہ بھی تحقیق کیا گیا ہے کہ کو لیسٹرول کا نقصان اسی صورت میں ہوتا ہے جب کہ اس کے بدردقہ اس کے ساتھ نہ ہوں۔ وہ بدردقہ تکلیف دہ اور ایسی تھین کو قرار دیا گیا ہے۔ اس حقیقت سے یہ ثابت کیا گیا ہے کہ اگر غذا میں یہ بدردقہ پائے جائیں تو کو لیسٹرول اور کیشیم وغیرہ شریانوں میں جم کر ان کو سخت نہیں کر سکتے۔ اس طرح بہت حد تک بڑھاپے کو روکا جاسکتا ہے۔

بڑھاپا اور ساخت جسم

بڑھاپے کے اسباب میں دوسرا سبب جسم کی ساخت ہے۔ اس ساخت سے جسم کے مختلف اعضاء بنتے ہیں۔ یہ اعضاء جسم کے پرزے ہیں جن سے جسم کی مشینری چلتی ہے۔ جسم کی مشینری اور اس کے پرزے جو مختلف اجزاء سے مل کر بنتے ہیں یہ اجزاء بافت و ساخت اور انچہ و ریشہ کہلاتے ہیں جس کو انگریزی میں ٹشو کہتے ہیں۔ ہر ایک بافت یا ریشہ بہت سے مفرد اجزاء سے مل کر بنتی ہے جنہیں حیوانی ذرہ یا کیسہ (Cell) کہتے ہیں۔

ہر جاندار شے خواہ حیوان ہو یا نباتات اس کی زندگی کی ابتداء ایک مفرد کیسہ سے ہوتی ہے۔ بعض جانور اور پودے اپنی ساری زندگی ایک کیسے والے جانور یا پودے کی صورت میں گزار دیتے ہیں۔ ایسا مفرد کیسے والے جانور کی اور کثیر یا مفرد کیسہ والے پودے کی مثالیں ہیں۔ یہ مفرد کیسے والے جانور یا پودے زندگی کے تمام افعال انجام دیتے ہیں۔ یعنی وہ بڑھتے ہیں۔ اپنی تعداد بڑھاتے ہیں اور خوراک کو ختم کرتے ہیں۔

اسی طرح کے مفرد کیسہ سے ہمارے جسم کی ابتداء ہوتی ہے اور ابتداء بھی ایک مفرد کیسے سے ہوتی ہے۔ یہی مفرد کیسہ جسے دوسرے کیسوں کی ماں کہا جا سکتا ہے۔ ابتداء میں زندگی کے کل کام انجام دیتا ہے۔ یہ جلد جلد اپنی تعداد بڑھاتا جاتا ہے اور اپنے جیسے اور کیسے بنا لیتا ہے۔ یہ تمام کیسے شروع میں ایک جیسا کام کرتے ہیں اور ایک جیسے ہی نظر آتے ہیں لیکن کچھ عرصہ بعد اپنی اپنی ضروریات اور کام کے مطابق مختلف اشکال میں تقسیم ہو کر مختلف افعال انجام دیتے ہیں۔

ظہار میں ہر جاندار کا جسم گوشت و پوست اور اعصاب و خند کا مجموعہ نظر آتا ہے مگر حقیقت میں یہ جسم اور اس کا ہر حصہ نہایت باریک کر و باخیزات (حیوانی ذرات) کا مجموعہ ہے۔ ابتداء میں یہ ایک خلیہ بنتا ہے۔ پھر یہی خلیہ اپنے اصول پر تقسیم و رتقیم ہو کر جسم بنا شروع ہو جاتا ہے۔ یہاں تک کہ شکم ہار میں وہ وہ نشوونما پا کر اپنی ساخت کے اعتبار سے ایک مکمل نظام جسمانی بنا جاتا ہے۔ یہ خلیات ہمیشہ زندہ نہیں رہتے۔ ان کی طبعی عمر بہت مختصر ہوتی ہے جب وہ اپنی مختصر طبعی مدت پوری کر لیتے ہیں تو مر جاتے ہیں جس طرح ہر جاندار اپنی طبعی عمر کو پہنچ کر مر جاتا ہے۔ یہ بات یاد رکھیں کہ ہماری ہر حرکت کے نتیجے میں ہتھکڑوں اور ہزاروں خلیات کی ٹوٹ پھوٹ عمل میں آتی رہتی ہے۔ اسی طرح یہ لچہ پہ لچہ پیدا ہوتے اور مرتے رہتے ہیں۔ مرنے کے بعد یہ خلیات اپنے مقامات سے جدا ہو کر خون میں شامل ہوتے رہتے ہیں۔ پھر وہاں سے فضلات کے ذریعہ پیشاب و پاخانہ اور پسینہ و سانس کی شکل میں اخراج پاتے رہتے ہیں لیکن اگر ہماری غذائی خرابیوں اور رہن کمن کی بے اعتدالیوں سے ان کا اخراج عمل میں نہ آئے تو ان ٹوٹے پھوٹے خلیات کا فضلہ بھی خون کے ساتھ گردش کرتا رہتا ہے اور اگر زیادہ عرصہ تک اس کا اخراج عمل میں نہ آئے تو اس کا مادہ بھی خون کی نالیوں میں بیٹھ کر ان کی تخی اور صلاحیت کا باعث ہو سکتا ہے۔ خلیات کی پیداؤں ٹوٹ پھوٹ اور موت کو سمجھنے کے لیے مناسب معلوم ہوتا ہے کہ پہلے خلیہ کے متعلق پورے طور پر آگاہی ہو جانی چاہیے کیونکہ خرابی اور فساد کا آغاز خلیہ سے ہوتا ہے۔

تعریف خلیہ

خلیہ کو کیسہ (سیل) بھی کہتے ہیں۔ یہ انتہائی چھوٹا حیوانی ذرہ ہوتا ہے۔ یہ جسامت کے لحاظ سے مختلف اقسام کے ہوتے ہیں۔ بعض خلیے اس قدر چھوٹے ہوتے ہیں جو بغیر خوردبین کے نظر نہیں آ سکتے۔ ان خلیات کی جسامت کا اندازہ اس طرح لگا سکتے ہیں کہ ایک انجی ٹی قطار میں ایک سو سے لے کر چھ ہزار تک آ جاتے ہیں یہی خلیات جب باہم مل جاتے ہیں تو اس ساخت اور بافت کو ٹشو (ٹشو) کہتے ہیں۔ یہ ٹشو کل چار قسم کے

ہوتے ہیں۔ ان ہی پر جسم کی بنیاد ہے۔

خلیہ کی ترتیب ساخت

خلیہ کی ساخت کو کم از کم چار حصوں میں تقسیم کیا جاسکتا ہے: ① خلیہ کی تھیلی ② مادہ حیات ③ جوہر حیات ④ مرکز حیات۔ جن کی تشریح درج ذیل ہے:

① **ظہہ کی تھیلی**: یہ ایک نہایت چھوٹی سی جالیدار تھیلی ہوتی ہے جس کی ساخت میں باہر کی طرف ایک شفاف بجالی تھیلی ہوتی ہے۔ یہ تھیلی باہر ایک ریشوں کی بنی ہوئی ہے جن کے اندر ایک خاص قسم کی رطوبت ہوتی ہے اور تھلی کے اندر جو رطوبت ہوتی ہے۔ اس کو مادہ حیات (پروٹوپلازم) کہتے ہیں۔

② **مادہ حیات**: ایک رقیق و لعابدار اور سفید شفاف رطوبت ہوتی ہے جو خلیہ کی تھیلی میں بھری رہتی ہے۔ اس کو مادہ حیات (پروٹوپلازم) کہتے ہیں۔ اس میں زندگی کے تمام لوازم پائے جاتے ہیں یعنی اس میں نشوونما اور توالد و تقاسل کے ساتھ نمئیہ و تصفیہ اور تقسیم کے تمام اعمال کی قوت ہوتی ہے یعنی زندہ رہتا ہے، بڑھتا ہے، سانس لیتا ہے، غذا جذب کرتا ہے اور اپنی مثل پیدا کرتا ہے۔ اس کے اندر ایک تھیلی ہوتی ہے۔ اس کو جوہر حیات (نیوکلئیس) کہتے ہیں۔ اس کو جوہر حیات اس لیے کہتے ہیں کہ مادہ حیات کی زندگی کا دارومدار اس جوہر حیات پر ہوتا ہے۔

③ **جوہر حیات**: ایک تھیلی کی طرح گول دانہ ہوتا ہے۔ جو خلیہ کے مادہ حیات میں پائی جاتی ہے۔ جس کو جوہر حیات (نیوکلئیس) کہتے ہیں۔ اس تھیلی پر بھی ایک جالیدار تھیلی چڑھی ہوتی ہے۔ اس جالیدار تھیلی کے ریشوں میں بھی رطوبت بھری ہوتی ہے اور تھلی کے اندر بھی رطوبت ہوتی ہے۔ زندگی کا دارومدار بھی اسی طرح جوہر حیات کو سمجھا جاتا ہے۔ جب کسی خلیے کو دو کلوڈوں میں تقسیم کر دیا جاتا ہے۔ پھر جس حصے میں جوہر حیات ہوگا وہ زندہ رہے گا اور بڑھ کر پورا خلیہ بن جائے گا لیکن وہ دوسرا حصہ جس میں جوہر حیات نہیں وہ مر جائے گا۔ اس جوہر کے اندر بھی ایک نقطہ ہوتا ہے جس کو مرکز حیات کہتے ہیں۔

④ **مرکز حیات**: جوہر حیات کے اندر ایک نقطہ سا ہوتا ہے۔ اس کو مرکز حیات (نیوکلئیس) کہتے ہیں۔ بعض خیبات میں یہ مرکز حیات نہیں ہوتا۔ بہ حال اس میں بھی زندگی ہوتی ہے۔ اس طرح خلیہ کی زندگی کا عمل جاری رہتا ہے۔

حقیقتِ خلیہ

خلیہ (سل) ایک ایسا حیوانی ذرہ ہے جس کو انسانی جسم کی ایک ایسی اینٹ کہنا چاہیے جس کے مرکز میں جوہر حیات ہوتا ہے جس کی وجہ سے اس میں طبعی و عنصری اور کیمیائی و حیاتی افعال مکمل طور پر پورے ہوتے ہیں یعنی تغذیہ، تقسیم اور تصفیہ اور نمئیہ کے اعمال کے ساتھ اس میں نشوونما اور توالد و تقاسل کی قوت ہوتی ہے یعنی زندہ رہتا ہے، غذا حاصل کرتا ہے، بڑھتا ہے، اپنے فضلات خارج کرتا ہے، نسیم جذب کرتا ہے، بڑھ کر اپنے کمال تک پہنچتا ہے۔ اور اپنی مثل پیدا کرتا ہے۔ دوسرے الفاظ میں اس طرح سمجھ لیں کہ زندگی کے تمام لوازم قوت و حرارت اور رطوبت اس میں پائے جاتے ہیں اور ضرورت کے مطابق بڑھتے گھٹتے رہتے ہیں۔ اس لیے خلیہ کو حیوانی ذرہ کہتے ہیں اور انسان و حیوان بلکہ پودے انہی ذروں کے مرکب ہیں۔ ان کا پکاڑی ہی صحت کے پکاڑے کا باعث ہے۔

خلیات کی نشوونما اور باہمی تعلق

خلیات کی نشوونما کی جو صورتیں ہیں تقریباً باہمی تعلق اور ملاپ کی بھی وہی صورتیں ہیں۔ یہ تین صورتیں ہیں: ① نوک درنوک ② شاخ اور شاخ اور ③ پہلو بہ پہلو جن کا رورج ذیل ہے:

① **نوک در نوک:** جو غلنے نوک درنوک ملتے ہیں وہ باہم تقسیم در تقسیم ہوتے ہیں یعنی ایک خلیہ مع اپنی قطبلی اور جوہر حیات کے دو حصوں میں تقسیم ہو جاتا ہے پھر دو کے چار اور چار کے آٹھ تقسیم در تقسیم ہو کر بے شمار ہو جاتے ہیں۔ اس طرح نوک درنوک آپس میں مل کر ریشہ بناتے ہیں جن سے عضلات وغیرہ بنتے ہیں۔

② **شاخ در شاخ:** خلیہ کے جسم سے چھوٹی چھوٹی شاخیں نکلتی ہیں۔ پھر خود مکمل ہو کر ایک خلیہ بن جاتی ہیں اور اس خلیہ سے الگ ہو جاتی ہیں اور پھر خود علیحدہ خلیہ بن کر شاخوں کے ذریعے باہم ملتی ہیں۔ اس طریقے سے الحاقی اور عصبی غلنے باہم ملتے ہیں۔

③ **پہلو بہ پہلو:** اس طریقے سے ملنے والے غلنے خلاف کے اندر ہی تیار ہوتے ہیں۔ جوہر حیات کئی حصوں میں تقسیم ہو کر ہر حصہ خود ایک خلیہ بن جاتا ہے۔ جب یہ مکمل ہو جاتے ہیں۔ تو خلاف خلیہ چھٹ جاتا ہے اور وہ باہر آتے ہیں اور پہلو بہ پہلو کر جھلیاں بناتے ہیں۔

انسجہ

خلیات کے باہم ملنے سے انسان کے مختلف اعضاء بنتے ہیں۔ گویا تمام جسم بے شمار خلیات کا مجموعہ ہے۔ اعضاء جسم بننے سے قبل ان خلیات کے باہم ملنے و جڑنے اور تعلق سے ایک خاص قسم کی ساخت اور بافت بنتی ہے۔ ان کی اس قسم کی ساخت اور بافت کو انسجہ کہتے ہیں جن کی جمع انسجہ ہے۔ یہ انسجہ ہی اعضاء بناتے ہیں۔ ان انسجہ یا اعضاء جسم کے افعال و فوائد وہی ہیں جو ان خلیات کے ہیں جن کے وہ مجموعے ہیں۔ انسجہ کو انگریزی میں ٹشو کہتے ہیں۔ یہی انسجہ (نشوز) یعنی خلیات کے مجموعے کی ساخت اور بافت دراصل جسم کے اعضاء مفردہ ہیں۔ بالکل اسی طرح جیسے ایک باندہ اپنے کپڑے کی بافت اور ساخت بناتا ہے۔ اس میں مختلف رنگ کے دھاگے ہوتے ہیں۔ ہر رنگ کے دھاگے کو ایک قسم کی جدا بافت و ساخت خیال کر لینا چاہیے۔ ہر رنگ سے جس قدر کپڑا بنتا ہے وہ اس کی ساخت (انسجہ/نشوز) ہے۔

اقسام انسجہ

یہ انسجہ (نشوز) چار قسم کے ہوتے ہیں۔ جو رورج ذیل ہیں:

① **لحمی انسجہ (مسکولر نشوز):** ان سے جسم کے عضلات تیار ہوتے ہیں۔

② **عصبی انسجہ (نروز نشوز):** ان سے اعصاب جسم تیار ہوتے ہیں۔

③ **قشری انسجہ (ابی نھل نشوز):** ان سے جسم کی جھلیاں اور غدود بنتے ہیں۔

④ **الحاقی انسجہ (کنکھو نشوز):** ان سے جسم کی بھرتی ہوتی ہے۔

ان تمام انسجہ سے بعض اعضاء صرف ایک قسم کی ساخت اور بافت سے بنتے ہیں۔ جیسے اعصاب و عضلات و غدود اور ہڈی و کمری وغیرہ لیکن یہ مفرد اعضاء آپس میں ایک دوسرے سے باہم جڑے اور ملے رہتے ہیں۔ لیکن بعض اعضاء کی ساخت اور بافت میں مختلف اقسام کے انسجہ شریک ہو جاتے ہیں جیسے جلد و جھلیاں شریک ہیں اور ریدیں وغیرہ۔ فرنگی طب میں اس کو علم الانسجہ (ہسٹالوجی) کہتے ہیں لیکن

ان کی فزیالوجی (منافع) سے واقف نہیں ہیں۔ جن پر ہم نظریہ مفرد و اعضا کے تحت روشنی ڈال رہے ہیں۔

غرض انہی خلیات (حیوانی ذرات) کی ساختوں اور بانٹوں سے انہج (نشوز) اور انہج کے مفرد اعضاء مثلاً گوشت و پٹھے ہڈیاں اور گلگنیاں، جلد، شران اور ویدیں تیار ہوتے ہیں۔ پھر انہی اعضاء مفردہ سے اعضاء مرکبہ تیار ہوتے ہیں۔ جیسے آکھنکاک، کان اور ویدیں و شریا نین اور مرکب جھلیوں اور پردوں سے مل کر مکمل دل و دماغ اور جگر بنتے ہیں۔ اسی طرح ہاتھ پاؤں اور باقی تمام جسم۔ گویا جسم ایک کپڑا ہے جو تانے بانے سے بنا ہوا ہے۔ ساختن کے معنی بنانا اور بافتن کے معنی بنانا ہے۔

افعال خلیہ

ہم لکھ چکے ہیں کہ ایک خلیہ میں زندگی کے تمام لوازم پائے جاتے ہیں۔ ان میں قیام حیات کے ساتھ ساتھ تولد و تناسل کا سلسلہ بھی قائم رہتا ہے۔ قیام حیات میں جہاں وہ اپنے لیے تغذیہ و تنہیم حاصل کرتا ہے وہاں پر تصفیہ جسم بھی کرتا ہے جس سے وہ اپنے اندر سے خاص قسم کے مواد کو رطوبت یا گیسز کی شکل میں خارج بھی کرتا رہتا ہے۔ یہ تغذیہ بھی جسم ہی سے حاصل کرتا ہے۔ وہ اس کی اپنی ذات کے لیے مفید ہوتی ہے لیکن جو مواد اخراج پاتے ہیں دیگر اعضاء کی غذا یا باعث زندگی ہوتے ہیں۔ مثلاً عصبی انہج جو غذا حاصل کرتے ہیں وہ کھاری ہوتی ہے لیکن جب وہ اپنے فضلات کا اخراج کرتے ہیں تو وہ ترش ہوتے ہیں۔ جو عضلاتی انہج کی غذا ہوتے ہیں۔ اسی طرح عضلاتی انہج جو فضلات خارج کرتے ہیں۔ ان میں تلخ اثرات یا صفراوی و کبریئی اجزاء شریک ہوتے ہیں۔ جو عند (جگر) وغیرہ کی غذا میں شریک ہوتے ہیں۔ گویا ایک طرف سے یہ ذرات غذا بنتے ہیں اور دوسری طرف خون میں تقویت کا باعث بنتے ہیں۔ اس طرح یہ خلیات جسم میں نشوونما اور صحت و قوت کا باعث بنے رہتے ہیں۔ مختصر طور پر اس طرح سمجھ لیں کہ خلیات اپنے طبعی افعال انجام دیتے ہیں جو مختصر آدرج ذیل ہیں:

- ① خلیہ اپنی حیات قائم رکھتا ہے جس کے لیے وہ تغذیہ و تنہیم اور نشوونما پاتا ہے۔
- ② خلیہ اپنے تولد و تناسل قائم رکھتا ہے جس کے لیے اس میں نشوونما اور نشوونما پھوٹ رہتی ہے۔
- ③ خلیہ اپنے خاص کام ضرور کرتا ہے یعنی وہ اپنے اندر خاص قسم کی غذا جذب کرتا ہے اور خاص قسم کے مواد کا اخراج کرتا ہے۔ بس اسی طرح خلیات اپنے طبعی افعال انجام دیتے ہیں۔

جب ان خلیات میں کمزوری تپ و نسا پیدا ہوتا ہے تو ان کے طبعی افعال میں نقص واقع ہو جاتا ہے۔ اس نقص کو ذہن نشین کرنے کے لیے خلیات کے طبعی افعال میں نقص انتہائی ضروری ہے کیونکہ اس پر انسان کی صحت و مرض اور جوانی و بڑھاپے کے ساتھ نہ صرف گہرا تعلق ہے بلکہ اس کی اپنی حیات اور نشوونما پر منحصر ہے۔

جو مواد وہ غذا کے طور پر جذب کرتے ہیں ان میں خمیری و کیمیائی تبدیلیاں پیدا کرتے ہیں اور جو مواد فضلات کے طور پر خارج کرتے ہیں وہ دیگر خلیات کی غذا کے علاوہ دفع تعفن اور سوزش بھی ہوتے ہیں۔ دراصل خلیات سے سبھی مواد ہر قسم کے جراثیم اور زہروں کو فنا کر دیتے ہیں اور یہ فطری سلسلہ قدرت نے خود کار قائم کیا ہے لیکن جب خلیات میں فساد پیدا ہوتا ہے تو اس کے مواد اور فضلات بھی زہر کی شکل اختیار کر کے باعث نقصان بن جاتے ہیں یا کبھی خلیات کی رطوبت کے مواد کی زیادتی اور کمی دونوں دیگر خلیات کے لیے تکلیف کا باعث ہوتے ہیں۔ اس لیے ان کے طبعی افعال کا جاننا نہایت ضروری ہے۔ اس طرح خلیات کی تشریح فعلی اور کیمیائی افعال کو پورے طور پر سمجھ کر امراض پر مکمل دسترس حاصل کر سکتے ہیں۔

انہج کے مجموعے

یہ حقیقت بار بار لکھی جا چکی ہے کہ تمام جسم انسان مختلف اقسام کے حیوانی ذرات (سیلز) سے بنا ہوا ہے۔ یہ خلیات چونکہ مختلف اقسام کے

ہوتے ہیں۔ اس لیے یہ خلیات پہلے اپنے مجموعے تیار کرتے ہیں اور پھر ان مجموعوں سے اعضائے مفردہ تیار ہوتے ہیں اور پھر ان اعضائے مفردہ سے اعضائے مرکب بنتے ہیں۔ ان مرکب اعضاء سے جسم انسان کی صورت بن جاتی ہے۔ گویا خلیات کے بعد جو شے پہلے تیار ہوتی ہے وہ یہی خلیات کے مجموعے ہوتے ہیں جن کو بافت و ساخت اور نسج (نشوز) کہتے ہیں۔ گویا یہی مجموعے جسم انسان کی اصل بنیاد ہیں۔ اور یہی اعضائے مفردہ ہیں۔ انہی کے بگاڑ سے امراض و بڑھاپا اور موت واقع ہوتی ہے اور جب تک ان میں قوت نشو و ارتقاہ اور ان کا باہمی تعلق قائم رہتا ہے تو صحت و قوت اور جوانی و زندگی قائم رہتی ہے۔ قیام شباب کا یہی فطری قانون ہے۔

انسج کے اقسام

یہ حقیقت بھی کئی بار لکھی جا چکی ہے کہ انسج چار قسم کے ہوتے ہیں:

- ① نسج عصبی ایسی بافت (نشوز) ہے جو عصبی قسم کے خلیات سے تیار ہوتی ہے جس سے اعصاب اور ان کا مرکز و ماغ تیار ہوتا ہے۔
- ② نسج عضلاتی ایسی بافت (نشوز) ہے جو عضلاتی قسم کے خلیات سے تیار ہوتی ہے جس سے عضلات اور ان کا مرکز قلب تیار ہوتا ہے۔
- ③ نسج قشری ایسی بافت (نشوز) ہے جو قشری قسم کے خلیات سے تیار ہوتی ہے جس سے غدہ اور ان کا مرکز جگر تیار ہوتا ہے۔
- ④ نسج الحاقی ایسی بافت (نشوز) ہے جو الحاقی قسم کے خلیات سے تیار ہوتی ہے جس سے جسم کی بنیادیں (ہڈی و کمری اور اوتار و رور باط) اور بھراؤ مکمل ہوتا ہے جن سے اعضائے جسم قائم ہیں۔

مفردہ اعضاء کی صورت میں تو صرف ایک ہی قسم کے خلیات پائے جاتے ہیں۔ جیسے ہڈی و کمری میں الحاقی مادہ۔ لیکن جب اعضاء مرکب ہوتے ہیں جلد و عروق اور شران و اور دو توان میں مختلف اقسام کی بافتیں آپس میں مل کر ترتیب پاتی ہیں یا جہاں جہاں اعضاء آپس میں متعلق ہوتے ہیں تو پھر یہ بافتیں ایک دوسری بافت کے اندر تک چلی جاتی ہے جیسے نگہ میں نظر آتا ہے تفصیل درج ذیل ہے:

① **نسیج عصبی (نروز نشوز):** یہ عصبی خلیات کے ریشے ہوتے ہیں۔ یہ ریشے نہایت باریک بنے ہوتے ہیں۔ ایک متوسط عصبی ریشے کی جسامت ۳ رائج ہوتی ہے۔ نسج عصبی روغلاف چڑھے رہتے ہیں۔ اس لیے نسج عصبی کو کجور عصب (ایکسس سلنڈر) کہتے ہیں۔ یہی عصبی ریشے کا اصل جوہر ہوتا ہے۔ اس کے اوپر غلاف نمی (میڈلری ہیٹھ) ہوتا ہے جس کا تعلق قشری بافت سے ہوتا ہے۔ دوسرا غلاف ایک اور جملی کا ہوتا ہے جس کا تعلق عضلاتی بافت کے ساتھ ہوتا ہے جس طرح برقی تار بڑی نلیوں میں لپیٹی ہوتی ہے اسی طرح انسج اعصابی اپنے مرکز سے لے کر تمام جسم میں پھیلے ہوتے ہیں اور ان میں برقی رو کی طرح تحریکات چلتی ہیں۔ ان انسج اعصابی میں چھوٹی چھوٹی بیانیہ لاند ہوتی ہیں جن کو طبلی اصطلاح میں عقدہ (کنگلیاں) کہتے ہیں۔ جہاں پر دیگر انسج اپنی دیگر راہیں بناتے ہیں انسج اعصابی کا اختتام مختلف طریق پر ہوتا ہے:

- ① جال کی شکل میں ختم ہوتے ہیں۔
- ② ابھار بنا کر ختم ہوتے ہیں جیسے ہتھیلی اور تلوؤں کی جلد کے نیچے ہوتے ہیں۔ انسج اعصابی داغ سے لے کر حرارہ مغز کے ذریعے تمام جسم میں پھیلتے ہیں۔ ان کے افعال احساس کرنا اور اعضلات و غدہ کو حرکت دینا ہے۔ ان کا تعلق حواس ظاہری اور باطنی سے ہوتا ہے۔
- ③ **نسیج عضلاتی (مسکولہ نشوز):** یہ عضلاتی خلیات سے بنتے ہیں چونکہ ہڈی اور کمری کے بعد جسم پر گوشت کا ایک بہت بڑا حصہ ہوتا ہے۔ اس لیے عضلات (گوشت) کی جسم پر کثرت ہوتی ہے۔ اس بافت کے ریشے باہم مل کر مجموعے مل کر عضلہ بن جاتے ہیں۔ یہ عضلات سر سے لے کر پاؤں تک اعصاب و غدہ کے ساتھ متعلق رہتے ہیں۔ دل عضلات کا مرکز ہے اور معدہ کو عضلات میں بے حد اہمیت حاصل ہے۔

عضلات بناوت اور افعال کے لحاظ سے دو قسم کے ہوتے ہیں۔ اول ارادی عضلات جو انسان کے ارادہ کے تحت کام کرتے ہیں جیسے ہاتھ پاؤں کے عضلات جن پر خاص قسم کی دھاریاں ہوتی ہیں۔ دوسرے غیر ارادی عضلات جن کی حرکت انسان کے ارادہ کے تحت نہیں ہے جیسے دل و پیچھڑو اور معدہ وغیرہ۔ ارادی عضلات میں پھیلنے اور سکڑنے کی طاقت ہوتی ہے بلکہ ان کی حرکت جو تک کی ہی حرکت ہوتی ہے۔ یعنی ان عضلات کا اگر ایک حصہ سکڑتا ہے تو دوسرا پھیل جاتا ہے جیسے مری اور آنتوں کے عضلات میں یہ بات نمایاں طور پر ظاہر ہوتی ہے۔ ہر قسم کے عضلات کے افعال کے متعلق یہ بات سمجھ لیں کہ ان کے ذمہ قدرت نے جسم کی ہر قسم کی حرکت کرنا ہوتا ہے۔ یہ احساس باعث حرکت ہو یا نہ ہو، اسی طرح جسم کی ہر حرکت صرف عضلات ہی کرتے ہیں۔

⑤ **نسیج قشری (ابی نعل تشو):** یہ قشری خلیات سے بنتے ہیں۔ جسم انسان میں نسیج قشری عام طور پر غدود اور غشائے مخاطی کی شکل میں سر سے لے کر پاؤں تک پھیلے ہوئے ہیں۔ غشاء کی صورت میں اعضا کے اندر یا باہر لگی ہوتی ہے۔ جیسے مری و معدہ اور امعاء میں جلد کا بالائی طبق جس کو بشرہ کہتے ہیں۔ اعصاب کے ریشے کے ساتھ لگی ہوتی ہے جو حقیقی جلد کی حفاظت کرتا ہے۔ جب بالائی طبق کے پرانے اسیجے کسی بھی وجہ سے مردہ ہو کر گر پڑتے ہیں تو اس کی جگہ نئی بافت پیدا ہو جاتی ہے۔

افعال کے لحاظ سے جسم کے اندر یا باہر جہاں جہاں پر رطوبت کی ضرورت ہے وہاں پر نسیج قشری غدود یا جھلی کی شکل میں ضرور لگے ہوتے ہیں جیسے منہ میں تھوک آنکھ میں آنسو، ناک اور حلق میں رطوبت اسی طرح مری و پیچھڑووں کے اندر بلغم عورتوں میں دودھ اور مردوں میں منی وغیرہ کا اخراج پانا۔ اسی طرح پیدہ اور پیشاب وغیرہ کا اخراج بھی نسیج قشری کے افعال میں داخل ہے۔

⑥ **نسیج الحاقی (کنکھ تشو):** یہ الحاقی خلیات سے بنتے ہیں۔ اس کو اس طرح سمجھ لیں کہ جسم انسان کی بنیاد ہڈی و کبری اور باط و اوتار پر ہے ان پر اعصابی و غدودی اور عضلاتی اسیجے سے جو اعضاء بنتے ہیں ان کے علاوہ جو جسم میں بھرتی ہوتی ہے وہ سب اسیجے الحاقی سے ہوتی ہے۔ جہاں تک احساس و حرکت اور اخراج رطوبت کا تعلق ہے اس میں اس قسم کے کوئی اثرات و افعال اور فوائد نہیں پائے جاتے گویا ان میں زندگی تو ہے مگر انسانی زندگی کے معاملات میں جو دخل اعصاب و عضلات اور غدود کا حاصل ہے وہ اسیجے الحاقی میں نہیں پایا جاتا۔ گویا الحاقی اسیجے صرف بنیاد اور بھرتی کا کام کرتے ہیں۔

ماڈرن میڈیکل سائنس نے ثابت کیا ہے کہ اسیجے الحاقی انسانی زندگی اور جسم میں ابتدائی بافت ہیں جن میں نشو و ارتقا پیدا ہوتا ہے تو یہ دیگر اسیجے میں تبدیل ہو جاتے ہیں۔ جسم کے جس مقام پر نشو و ارتقا ختم ہو جاتا ہے۔ وہاں پر الحاقی اسیجے کی کثرت ہو جاتی ہے۔ گویا ان کی کثرت بعض مقامات پر وہاں کی زندگی شروع کر دیتی ہے۔ خون میں ہر قسم کے اسیجے کے مادے پائے جاتے ہیں۔ لیکن سب سے زیادہ جو مادہ پایا جاتا ہے وہ اسیجے الحاقی کا ہوتا ہے۔ جب اسیجے الحاقی کے مادہ میں زیادتی جاتی ہے تو جسم میں خشکی اور خون میں گاڑھا پن پیدا ہو جاتا ہے۔ اعصاب و عضلات اور غدود کے افعال بگڑ جاتے ہیں اور جب اس میں کمی واقع ہوتی ہے تو جسم میں رطوبت کی زیادتی خون میں رقت اور کمزوری پیدا ہو جاتی ہے۔ ہڈیوں میں خرابی اور جسم کی نشو و ارتقا درک جاتی ہے۔

بڑھاپے کے یقینی اسباب

یہ امر تو یقین کی حد تک پہنچ چکا ہے کہ بڑھا پانا اور خرابی صحت کے اثرات جسم انسان میں اس وقت تک پیدا نہیں ہو سکتے جب تک خلیات کے فعال اور اعمال میں خرابی اور نقص واقع نہ ہو جس سے تین خرابیاں پیدا ہوتی ہیں:

① خلیات کی پیداؤں رک جاتی ہے۔

۲ خلیات مرنے اور ضائع ہونے شروع ہو جاتے ہیں۔

۳ مقام خرابی اور نقص کی طرف دوران خون میں بے قاعدگی پیدا ہو جاتی ہے۔

ماہرین کیسے دیکھا جاتا ہے ان مسائل کی طرف توجہ دی ہے۔ ان کے خیال کے مطابق:

۱ یہ معلوم کرنا کہ جسمانی خلیوں میں آخروں کی تبدیلیاں پیدا ہوتی ہیں جو بڑھاپے کا سبب بنتی ہیں۔

۲ یہ طے کرنا کہ بڑھاپے کے اسباب خلیوں کے باہر اس بافت سے تو تعلق نہیں رکھتے جو ان کے چاروں طرف رہتی ہے۔

۳ دوران خون کی خرابی میں خلیات کی خرابی و نقص سے دوران خون کے جذب و واقع میں بے اعتدالی واقع ہو جاتی ہے یا خون میں

کیسے پیداوی طور پر کئی بیشی واقع ہو جاتی ہے۔ جس سے خلیات کے افعال و اعمال کا توازن بگڑ جاتا ہے۔

یہ تینوں حقائق قابل غور ہیں۔ کیا خلیوں میں صرف وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ کچھ تبدیلیاں پیدا ہوتی رہتی ہیں جس سے جوانی بڑھاپے

میں تبدیل ہوتی رہتی ہے یا یہ تبدیلیاں ماضی کی پیدا کردہ ہوتی ہیں۔ جن سے بڑھاپے کے اثرات نمایاں ہو جاتے ہیں۔ یعنی کیا گزشتہ اعمال

و افعال بڑھاپے کا سبب بنتے ہیں۔ ان اعمال و افعال میں جدید طرز حیات کی پیدا کردہ کمپلکس اور ذہنی پریشانی بھی شامل ہوتی ہے۔

یہ بھی حقیقت ہے کہ انسان پر ماحول کا زبردست اثر پڑتا ہے جو بڑھا پالانے کا بڑا ذمہ دار ہے۔ ماحول کے علاوہ بعض طبیعیاتی

عوامل بھی غور طلب ہیں۔ مثلاً ہم سب مستقل طور پر کشش ثقل کا مقابلہ کرتے رہتے ہیں۔ زمین میں اپنے مرکز کی طرف کھینچ رہی ہے اور سب

سیدھا کھڑا ہو کر چلنے کی کوشش کرتے ہیں۔ پھر ہم مختلف موکی تبدیلیوں سے متاثر ہوتے ہیں۔ دوران سفر مناظر و متاثر اور آب و ہوا کا تبدیل ہوتے

رہنا اور موجودہ دور میں تیز مواصلات کی وجہ سے فوری تبدیلی بہت تیزی سے اثر انداز ہوتی ہے۔ مختلف اقسام کی ہوائیں اور قسم قسم کے پانی اور ان

سے بڑھ کر نفسا میں جو تابکاری پھیلتی ہوتی ہے ان تیز سفروں میں نہایت شدت اختیار کر لیتے ہیں۔ ویسے بھی عام زندگی میں سفر کو سیکھ کہا گیا ہے۔

یعنی۔ دماغ کی آگ ہے۔

لیکن آج کل جب کہ تیز مواصلات کے ساتھ ایسی دور شروع ہو گیا ہے اور تقریباً ہر ملک ایسی تجربات اور دھماکے کر رہا ہے اور یہ حقیقت

تسلیم کی جا چنی ہے کہ تابکاری کے اثرات بے حد خوفناک ہوتے ہیں۔ جس کے نمونے ہیر و شیمان اور ناگاساکی تباہی کے بعد اب تک ظاہر ہیں۔ اس

تابکاری کا تعلق یورینیم و پلوٹونیم اور یڈیم یا ایسے ہی کسی قسم کے دوسرے عناصر سے ہوتا ہے جن کی خوبی یہ ہے کہ ان میں خود کار شعاعیں چھوڑنے کی

صلاحیت ہوتی ہے اور یہ شعاعیں ظاہرہ آنکھیں دیکھ نہیں سکتیں لیکن ہم جانتے ہیں کہ وہ ہمارے خلیات اور اعضا کے جسمانی پر اثر انداز ہوتی ہیں اور

تیزی سے نقصان رساں ہوتی ہیں۔ اس تابکاری کے علاوہ سورج کی شعاعیں بھی اپنے اندر تابکاری اثرات رکھتی ہیں۔ ان کے علاوہ بعض دیگر

اقسام کی غیر مرئی شعاعیں بھی اثرات پڑ رہی ہوتی ہیں۔ مثلاً الٹرا وائلٹ (بالائے بنفشی) انفرارڈ (سرخ) کو سمک ریز (کانٹائی شعاعیں) وغیرہ

خلیات کے مثنوی دیکھا دی اور دوران خون پر بہت کچھ دباؤ ڈالتی ہیں لیکن یہ حقیقت مسلمہ ہے کہ یہ شعاعیں ہمارے جسم سے ایسے گزر جاتی ہیں جیسے

ایکس ریز (شعاعیں) گزر جاتی ہیں۔ عام طور پر یہ سوراخ اور اعصاب میں داخل ہو کر بیروں سے نکل جاتی ہیں اور اپنے اثرات سے متاثر کر دیتی ہیں۔

ان تاثرات کا اثر صحت اور جوانی پر یقیناً پڑتا ہے۔ اس طرح یہ عوامل اور اسباب بھی جلد بڑھا پالانے سکتے ہیں۔

سائنس دان ایک عجیب و غریب مشاہدے سے پریشان ہیں کہ جب کسی نوجوان شخص کا مقابلہ کسی بوڑھے آدمی سے کیا جاتا ہے تو ظاہر میں

دونوں کی شکل و شبہات اور اعضا کے جسم میں بڑا فرق موجود ہوتا ہے لیکن جب دونوں کا عضوی و کیسادی اور دماغی تجربہ کیا جائے تو ان کے مابین

کوئی فرق موجود نہیں ہوتا مگر بیرونی طور پر نمایاں اثر نظر آتا ہے۔ مثال کے طور پر اگر اس مادے کا مشاہدہ کریں جو زندہ خلیے تیار کرتے ہیں جن کو

انزائم کہتے ہیں جو خیر سے تیار ہوتے ہیں۔ ان کی سطح جوانوں اور بوڑھوں میں تقریباً ایک جیسی ہوتی ہے۔ اگر دس فی صدی فرق بھی ہو تب بھی ہم اسے زیادہ سمجھیں گے۔ ممکن ہے دوسرے عناصر کی بھی یہی صورت ہو۔ ماہرین یہ جاننے کی کوشش کر رہے ہیں کہ خلیوں کے چاروں طرف لپٹی ہوئی بافت کو بڑھاپے میں کیا ہو جاتا ہے۔ کم از کم دو تبدیلیاں ایسی معلوم ہو گئی ہیں جو بڑھاپے کی وجہ سے خلیوں کے بالکل نزدیک واقع ہوتی ہیں۔ ممکن ہے تبدیلیاں ایک حد تک بڑھاپا لانے کی ذمہ دار ہوں۔

اس کا یہ مطلب نہیں کہ خلیوں کے اندرونی عمل کا ہماری عمر سے کوئی تعلق نہیں ہے لیکن ماہرین ان کے اندر باہر دونوں طرف دیکھنا چاہتے ہیں۔ ان کے تجربات اور مشاہدات نے یہ بھی معلوم کیا ہے کہ انسانی بافتوں میں ایک مادہ کو لچن نام کا ہوتا ہے جو حل پذیر ہے۔ مگر جب گرم پانی میں پکا یا جاتا ہے تو وہ فیلٹین میں تبدیل ہو جاتا ہے جسے جسمانی درجہ حرارت پر وہ نسبتاً غیر حل پذیر ہو جاتا ہے حتیٰ کہ بالکل جامد ہو جاتا ہے۔

چونکہ بڑھاپے میں حرارت عزیز کم ہو جاتی ہے ممکن ہے یہی مادہ جامد ہو کر ضعیفی اور پیری کی صورت اختیار کر لیتا ہو۔ یہ ایک اہم مادہ ہے جو کل جسم کی پروٹین کا ایک تہائی حصہ ہوتا ہے اس بات کا ثبوت موجود ہے کہ عمر کے بڑھنے کے ساتھ ساتھ ہماری بافتوں میں اس مادہ کی مقدار بڑھتی رہتی ہے۔ شاید اسی وجہ سے بڑھاپے میں ہمارے خلیوں کو پوری غذا حاصل نہیں ہوتی اور ہم برابر کمزور ہوتے چلے جاتے ہیں۔

ان حقائق سے ثابت ہوتا ہے کہ انسان کی عمر جوں جوں گزرتی جاتی ہے۔ انسان اپنے ماحول سے متاثر ہوتا ہے۔ اس بات کی یہ کوشش ہے کہ وہ اپنی عمر اور ماحول سے متاثر ہوتا ہے۔ اب یہ انسان کی ذاتی کوشش ہے کہ وہ اثرات سے اپنے اندر صحت و جوانی اور نشو و ارتقاء قائم رکھے یا اپنے کو بڑھاپے کی طرف دھکیل دے۔ یعنی وہ بیماریاں جو اسے لاحق ہوتی ہیں یا غذا نہیں جو وہ کھاتا ہے تاکہ کاری اثرات جن سے وہ دوچار ہوتا ہے۔ ان تمام اغذیہ و اثرات اور اعمال کے اثرات کو اپنی دسترس میں رکھ کر مفید اثرات حاصل کر سکتا ہے۔ ورنہ زمانے کے اثرات اس کو بڑھاپے کی طرف کھینچتے چلے جائیں گے۔

بڑھاپے کے اسباب میں اس کے علاوہ ایک سبب وراثی زہریلے مادے اور پچھن کے امراض بھی شامل ہیں۔ جو عمر کے ساتھ ساتھ جسم میں بڑھتے رہتے ہیں اور بہت جلد بڑھاپا پیدا کر دیتے ہیں لیکن ان صورتوں میں بھی جسم کے خلیات، ان کا ماحول اور خون کے اجزاء پہلے سے ضرور متاثر ہو چکے ہوتے ہیں۔

ان زہریلے مادوں میں سٹپس و سائیکوس اور سورنا خاص طور پر قابل ذکر ہیں۔ جو مشینی طور پر جسم کے بعض خلیات میں تحریک و تیزی سے پیدا ہوتے ہیں اور کیڑی یا وی طور پر جس کے بعض اجزاء کی کمی و بیشی سے پیدا ہوتے ہیں اور بڑھتے جاتے ہیں۔ اس طرح بڑھاپے کی روک تھام کے لیے لازم ہو جاتا ہے کہ اول ان زہریلے مادوں کو خارج کیا جائے اور پچھن کے امراض سے نجات پائی جائے اور آئندہ کے لیے جسم میں نشو و ارتقاء کی صورتیں پیدا ہو جائیں اور اس طرح بڑھاپے کا مقابلہ کیا جاسکتا ہے۔

بڑھاپے کے اثرات اور علامات میں اہم شے چہرے اور جسم کی تبدیلی اور جھریاں ہیں۔ ان کے متعلق سائنس دانوں کا یہ خیال ہے کہ اس کے اسباب میں بافتوں کے اندر رہنے والے مادے "الائٹین" میں تبدیلیاں پیدا ہو جاتی ہیں یا ایک قسم کے ترشے کی کمی کی وجہ سے پیدا ہوتی ہیں۔ جس میں پانی کو روکنے کی صلاحیت ہوتی ہے جس کی وجہ سے ہماری جلد میں دباؤ قائم رہتا ہے اور چہرے و جسم میں جھریاں اور تبدیلیاں پیدا نہیں ہو سکتیں۔

اسی طرح بعض سائنس دانوں کی تحقیقات یہ ہے کہ جسم میں پیدا ہونے والے بعض ہارمونز (کیڈاوی رس) اپنے اعضاء کی خرابی کی وجہ سے کم یا بالکل ہی پیدا ہونا روک جاتے ہیں۔ جن کا اثر خلیات اور دیگر اعضاء کی نشو و نما روک دیتا ہے اور اس کی وجہ سے بڑھاپے کے اثرات نمایاں ہونا شروع ہو جاتے ہیں۔

اس سلسلہ میں انفیسٹ کے ماہر اپنی تحقیقات سے یہ ثابت کرتے ہیں کہ انسانی جذبات کی شدت خلیات اور خون میں خاص قسم کے زہر پیدا کر دیتے ہیں جن سے بڑھاپے کے اثرات ظاہر ہو جاتے ہیں۔ نفسیاتی اثرات ہوں یا جسمانی بہر حال زہریلے اثرات خلیات اور ان کے اعمال میں نقصان پیدا کر کے بڑھاپے کو دعوت دیتے ہیں۔

انسجہ میں مرض کی ابتداء

انسجہ (مفرد اعضاء) کے خلیات کے افعال جب طبی طور پر اعتماد پر قائم رہتے ہیں تو مجرّائے بدن میں کبھی کوئی خرابی پیدا نہیں ہوتی اس کا نام صحت ہے۔ اسی سے قوت اور جوانی قائم رہتی ہے۔ جب ان میں نقص و خرابی اور بے اعتمادی پیدا ہو جاتی ہے یعنی اگر کسی خلیہ کے ان صفات کے اندر کسی قسم کا فرق آ جائے تو یہ خلیہ ایسی صورت میں ضرور مریض ہوگا۔ اس کا اثر انسجہ (مفرد اعضاء) اور مجرّائے جسم پر پڑے گا۔ نتیجہ یہ ہوگا کہ اعضاء جسم میں خرابی اور بے اعتمادی واقع ہو جائے گی۔

بس اس حالت کا نام مرض ہے اور اس کی طرف جو صورتیں دلالت کریں ان کا نام علامات ہے۔ ضعف اور بڑھاپے کا اظہار بھی ان کی علامات سے ہوتا ہے۔

طب یونانی میں مرض کی ماہیت میں اس کی ابتداء مفرد اعضاء (انسجہ) کے مرض: ① سوئے مزاج۔ ② مرض کی ترکیب۔ ③ مرض تفرق اتصال سے شروع ہوتا ہے۔ فرنگی طب کی پتھالوجی (ماہیت امراض) میں مرض کی ابتداء ترسب و فساد سے شروع ہوتی ہے۔ اگر فرنگی طب کے ترسب کو مرض ترکیب اور فساد کو تفرق اتصال بھی تسلیم کر لیں تو بھی سوئے مزاج ایک ایسی صورت ہے جو طب یونانی میں تو نظر اور سمجھا آ سکتی ہے مگر فرنگی طب میں اس کی کوئی صورت نہیں ہے۔ پھر ترسب میں جو صورت بیان کی گئی ہے۔ صرف اس قدر ہے کہ اس کی طرف کوئی دوسرا مادہ آگھا ہو جائے۔ وہ خود تدرست ہوتا ہے اور اس کے اندر باہر کوئی تبدیلی پیدا نہیں ہوتی اور یہی حالت اس کے تمام اقسام میں قائم ہے۔ لیکن طب یونانی مرض سوئے مزاج میں مفرد اعضاء (انسجہ) کے اندر مزاج کی تبدیلی تسلیم کرتی ہے جس میں اس کے اندر کی تبدیلیاں پیدا ہوتی ہیں اور امراض کی ابتداء ہوتی ہے۔ حیرت کی بات یہ ہے فرنگی طب خلیہ کی اندرونی تبدیلیاں کسی نہ کسی صورت میں تسلیم کرتی ہے مثلاً کسی قسم کی تبدیلی اس کی شکل میں واقع ہو جائے یا اس کی اواز جو مرکز یا وسط میں واقع ہے۔ اسی طرح مادہ حیات کی اپنی خاص شکل اور جائے وقوع ہے۔ ان کے طبعی اجزاء غیر طبعی مقدار میں یا غیر طبعی جگہ پر واقع یا مفقود ہوں تو خلیہ مریض سمجھا جائے گا۔ یہ اس بات کی دلیل ہے کہ اس کے مزاج میں خرابی واقع ہوگئی ہے لیکن فرنگی طب ناس حالت کا نام رکھتی ہے اور ناس کو ترسب اور فساد میں شمار کرتی ہے۔

انسجہ میں امراض کی صورتیں

ہم نے نظریہ مفرد اعضاء کے تحت انسجہ (مفرد) اعضاء میں امراض کی تین صورتیں بیان کی ہیں: ① ان کے افعال میں تیزی ہوگی جس کو ہم ان کی تحریک کا نام دیتے ہیں۔ ② اس کے افعال میں سستی ہوگی جس کو ہم ان کی تسکین کا نام دیتے ہیں۔ ③ ان کے فعل میں ضعف واقع ہوگا جس کا نام ہم اس کی تحلیل رکھتے ہیں۔ ان تینوں صورتوں کی ابتداء سوئے مزاج سے شروع ہوتی ہے اور پھر مرض ترکیب اور داخلی تفرق اتصال تک پہنچ جاتی ہے۔ اس کے علاوہ اور کچھ نہیں ہے۔ امراض کی ماہیت اور حقیقت کے سمجھنے کا سبب یہی راز ہے۔

مرض کی ابتداء سے لے کر اس کی انتہاء تک یہی سلسلہ چلا جاتا ہے۔ اس طرح طالب علم اور اطباء کو امراض کی حقیقت ماہیت اور ان کے نتائج جو ضعف و قوت اور بڑھاپے کی صورتوں میں آسانی سے ذہن نشین ہو جاتے ہیں۔ فرنگی طب اور ماڈرن میڈیکل سائنس تو کیا کسی طریق علاج

نے بھی ان کوائف کو اس ترتیب اور خوبصورتی سے بیان نہیں کیا ہے۔ تاکہ ہم فوری طور پر مرض کو سمجھ کر ضعف و قوت اور بڑھاپے کی ماہیت و حقیقت اور اسباب کو سمجھ کر علاج کر سکیں۔ امراض کی ان تین صورتوں کی تفصیل درج ذیل ہے:

انسجہ میں تحریک کے امراض

کسی نسج (مفرد عضو) میں جب تحریک پیدا ہوتی ہے تو اس کے فعل میں تیزی پیدا ہو جاتی ہے۔ تحریک کی ابتدا میں تو عضو بوجہ کسی محرک کیفیت یا مادہ (عضر) کی زیادتی یا اپنی ساخت میں کسی کیفیت یا مادہ کی کمی سے گر جاتا ہے اور اس کے مزاج میں سردی اور رطوبت میں خشکی واقع ہونا شروع ہو جاتی ہے۔ اس سے اس فعل میں تیزی پیدا ہو جاتی ہے لیکن اس عضو جسم میں ابتدا کوئی تبدیلی پیدا نہیں ہوتی البتہ اس میں خشکی کی وجہ سے وہ اپنے افعال تیزی سے انجام دینے لگتے ہیں اور خون کا دورہ اس کی طرف تیز ہو جاتا ہے۔ گویا ایک قسم طاقت کی صورت اس میں قائم رہتی ہے۔ اگر یہی صورتیں اس میں قائم رہیں اور اس کی رطوبات تمام خشک نہ ہو جائیں اور اس کا سیکڑ زیادہ بڑھے تو اس کے افعال کی تیزی سے جو اخلاط یا رطوبات یا مواد پیدا ہو رہے ہیں وہ جسم میں بڑھ جاتے ہیں جیسے جگر کے فعل میں تیزی سے صفراء، دماغ کے فعل میں تیزی سے رطوبت اور دل کے فعل میں تیزی سے ریاح کی زیادتی ہو جاتی ہے۔ گویا یہ سیکڑ اعصاب و غدود اور عضلات تینوں میں ہو سکتا ہے۔ یہ کیسیادی امراض ہیں جو مشینی طور پر اعضاء میں سیکڑ سے پیدا ہوتے ہیں۔ اس تحریک سے اعضاء میں جو سیکڑ پیدا ہوتا ہے اس کو طب میں ضمور اور انگریزی میں اثرونی (ATROPHY) کہتے ہیں۔ بعض نے اس حالت کو ہزال لکھا ہے۔ یہ غلط ہے کیونکہ ہزال تحلیل کے بعد پیدا ہوتا ہے جاننا چاہیے کہ عضو کا سیکڑ یا ضمور رجم میں عظم کے مقابلے میں ہوا کرتا ہے۔ اس میں حرارت کا کوئی تعلق نہیں ہوتا۔ اس لیے اس حالت کو ہزال کہنا صحیح نہیں ہے۔

جب کسی عضو میں سیکڑ پیدا ہوتا ہے تو اس میں کیسیادی طور پر مرضی مادے پیدا ہوتے اور بڑھتے جاتے ہیں۔ جن کو گھسی مادہ کہنا زیادہ بہتر ہے۔ اعضاء میں گھسی مادے کی زیادتی سے کبھی ریاح کی پیدائش بڑھ جاتی ہے۔ کبھی وہاں انسجہ میں تحریک ہو کر ان میں نشوونما شروع ہو جاتی ہے۔ جس سے رسولیاں سلعات (Tumors) بن جاتی ہیں۔ کبھی خشکی سے اعضاء پھٹ جاتے ہیں۔ کبھی خارش شروع ہو جاتی ہے۔ کبھی دانے نکل آتے ہیں۔

جب کبھی کسی عضو میں رفتہ رفتہ یا یکبارگی یا ضربہ یا سکتے سے خشکی ہو جاتی ہے جس میں اکثر ورم پیدا ہو جاتا ہے۔ گویا خشکی سے لے کر خارش اور دانے، سوزش و بدن پھٹنا اور سلعات و اورام سب اسی تحریک کے مشینی امراض ہیں۔ مشینی اور کیسیادی امراض اور علامات کے فرق کو اچھی طرح ذہن نشین کر لینا چاہیے۔

انسجہ کی تسکین کے امراض

جب کسی نسج (مفرد عضو) میں بلغم اور رطوبات کی زیادتی شروع ہو جاتی ہے تو اس عضو کے حجم یا انسجہ کی تعداد یا غیر عضوی مادوں کے اجتماع سے نشوونما ہو کر اس کی ساخت میں غیر طبعی بڑھنا پیدا ہو جاتا ہے جس کو عظم کہتے ہیں۔ اس کی مندرجہ ذیل صورتیں ہیں:

① عظم صادق ② عظم کاذب ③ عظم اضافی

① عظم صادق: جب اعضاء کی ساخت میں طبعی طور پر بڑھنا پیدا ہو تو اس کو عظم صادق کہتے ہیں۔ جیسے درزش اور محنت سے اعضاء جسم میں عظم واقع ہو جاتا ہے۔ اس کی صورت یہ ہوتی ہے کہ وہاں کے اعضاء میں درزش اور محنت، خشکی کے ساتھ طلب غذا بڑھ جاتی ہے جو خون سے حاصل کرتے ہیں جس سے ان میں طبعی نشوونما ہو جاتی ہے اور یہی صالح چیز ہے۔ اس کو مرض میں شمار نہیں کیا جاتا۔ یہ مفید صورت ہے۔

① **عظم کاذب:** جب عضو کی ساخت میں بلغم یا رطوبت جمع ہوں مگر وہ اعضاء میں جذب اور جزو بدن نہ ہوں ان سے مفرد اعضاء (انسج) بڑھ کر نرم یا ڈھیلے ہو جائیں۔ ایسے بڑھاؤ زیادہ تر انسج الحاقی میں ہوا کرتے ہیں۔ چونکہ یہ غیر طبعی بڑھاؤ ہوتا ہے۔ اس لیے اس کو عظم کاذب کہتے ہیں۔ جیسے جگر و دماغ اور دل و پیٹ کا بڑھاؤ وغیرہ وغیرہ۔

② **عظم اضافی:** جب کسی عضو پر کسی غیر مادہ کا بڑھاؤ پیدا ہو جائے جیسے چربی یا غیر انسج کا بڑھاؤ۔ چونکہ یہ بڑھاؤ غیر طبعی ہوتا ہے اس لیے اس کو عظم اضافی کہتے ہیں۔ جیسے دل گرووں اور پیٹ پر چربی کا چڑھنا وغیرہ وغیرہ۔

انسج میں تحلیل کے امراض

جسم میں انسج (مفرد اعضاء) کے امراض کی تیسری صورت تحلیل ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ حرارت کی زیادتی سے جسم میں تحلیل ہوتی ہے جس سے ضعف پیدا ہو جاتا ہے جس سے انسج میں کمی واقع ہونا شروع ہو جاتی ہے جیسے موسم ہتی کے جلنے کی حرارت سے موسم تحلیل ہو کر اس میں کمی واقع ہو جاتی ہے یا برف اگر دھوپ میں پڑی ہو تو اس میں تحلیل اور کمی شروع ہو جاتی ہے۔ جس میں اس طرح کی تحلیل اور کمی سے ضعف کی صورت پیدا ہو کر امراض وضعف قوت اور بڑھاپا کے آثار ظاہر ہونا شروع ہو جاتے ہیں۔

ان حقائق سے ثابت ہوا کہ جب انسج (مفرد اعضاء) میں تحریک یا تسکین یا تحلیل میں شدت پیدا ہو جائے۔ یہ شدت کسی بھی نتیج (اعصابی و ذہنی اور عضلاتی) میں واقع ہو جائے۔ بس مرض وضعف قوت اور بڑھاپا پیدا ہونا لازمی ہیں۔

صحت کے کیمیاوی اثرات

آج آپ کے سامنے ایک اور حقیقت بیان کرتا ہوں۔ یہ قدرت کا ایک قانون ہے اور صحت کا ایک راز ہے۔ قدرت کی اس حقیقت و قانون اور صحت کے راز کا نام ہے "قوت شفا" یہ ایک اہم حقیقت ہے اور صحت کے لیے بے ضروری قانون ہے۔ انسوس ہے کہ فرنگی طب اور سائنس اور بلکہ میڈیکل سائنس نے بھی اس کا کہیں ذکر تک نہیں کیا۔ بلکہ اس کا طریقہ علاج بالکل اس کے خلاف ہے۔ علاج بالشل (ہومیوپیتھی) بھی اس قانون سے ناواقف ہے۔ البتہ آپورویڈک اور طب یونانی کے علاج جو قانون کی حیثیت رکھتے ہیں مگر اس کی تفصیل و تشریح اور ترتیب و لازمی حیثیت سے کبھی بیان نہیں کیا گیا۔ حقیقت یہ ہے کہ اس قانون کے بغیر کبھی "قوت شفا" حاصل نہیں ہو سکتی۔ عام طور پر دست شفا کا ذکر ضرور کیا جاتا ہے۔

لیکن جب تک قوت شفا پر دسترس نہ ہو اس وقت تک دست شفا کی خوبی پیدا نہیں ہو سکتی۔ قانون شفا کے متعلق جاننا چاہیے کہ مرض بذات خود کوئی شے نہیں ہے۔ صرف صحت ایک حقیقت ہے اور اس کے قائم نہ رہنے کا نام مرض ہے۔ بالکل اسی طرح جیسے جھوٹ اور برائی کوئی حقیقت نہیں ہیں بلکہ حقیقت سچائی اور نیکی کا نام ہے۔ جہاں سچائی اور نیکی کی نفی ہوتی ہے وہاں جھوٹ اور برائی کی شکل پیدا ہو جاتی ہے۔ حقیقت میں صحت ایک قانون فطرت ہے جو قدرت کے ماتحت عمل کرتا ہے جس کی تعریف یہ ہے کہ جب جسم انسان کے اعضاء خاص طور پر مفرد اعضاء انسج خون اخلاط و کیفیات اور نفسیاتی اثرات (جذبات) اعتدال پر قائم رہیں اس کا نام صحت ہے۔ جب اعضاء میں بگاڑ خون میں تغیر اور جذبات میں خرابی واقع ہو جاتی ہے تو اس کا نام مرض رکھ دیا جاتا ہے۔

جاننا چاہیے کہ:

① نفسیاتی بگاڑ ایک وقتی اثر ہے جو جذبات کے اثرات سے پیدا ہوتا ہے اور منوں میں ختم ہو جاتا ہے۔ بعض وقت گھنٹوں اور دنوں تک

چلا جاتا ہے؛ شاید ایسا ہوتا ہے کہ عمر بھر ایک ہی جذبہ قائم رہے۔ بہر حال ہر صورت میں اپنے اثرات خون میں چھوڑتا رہتا ہے۔ یہاں یہ بھی یاد رکھیں کہ کسی جذبہ اور نفسیاتی اثر کا اظہار کسی نہ کسی عضو کے فعل میں کمی بیشی کے بغیر نہیں ہو سکتا۔

① اعضائے جسم کے افعال کی خرابی جو کیفیات کے تحت پیدا ہوتی ہے وہ فوری طور پر واقع ہو۔ وہ بھی دائمی نہیں ہوتی؛ بلکہ گھنٹوں اور دنوں تک محدود ہوتی ہے۔ پھر خرابی کے اثر کے مطابق جلد شرم ہو جاتی ہے البتہ یہ خرابی بھی خون میں اپنا اثر چھوڑتی ہے۔ یہ دونوں خرابیاں مختلف ہیں لیکن اعضاء کے افعال میں کمی بیشی کے اظہار کی وجہ سے ایک صورت معلوم ہوتی ہے۔ ان کو جسم کے مشینی اثرات کہا جاتا ہے۔ جب تک یہ قائم رہتی ہیں۔ خون میں ان کا اثر شامل ہوتا رہتا ہے۔

② خون میں تغیر ایک دائمی تبدیلی ہے جو مشکل سے پیدا ہوتی ہے اور دیر سے ختم ہوتی ہے۔ یہ زیادہ تر مادی اثرات سے پیدا ہوتی ہے۔ جو کھانے پینے کی اشیاء کا نتیجہ ہے۔ البتہ اس میں اعضاء کے افعال اور نفسیاتی اثرات کے تحت کیفیات کے اثرات شامل ہو جاتے ہیں۔ ان کو جسم کے کیمیادوی اثرات کہا جاتا ہے۔ جاننا چاہیے کہ جسم میں یہی تینوں قسم کے اثرات پیدا ہوتے ہیں:

① نفسیاتی ② عضوی افعال ③ دمی تغیرات۔ اول دونوں مشینی اثرات ہیں۔ تیسرا کیمیادوی تغیر ہے۔ مشینی اثرات وقتی طور پر پیدا ہوتے ہیں اور فوری طور پر ختم ہو جاتے ہیں۔ کیمیادوی تغیرات مشکل سے پیدا ہوتے ہیں اور دیر کے ساتھ تبدیل ہوتے ہیں۔ ان کے اعتدال کا دوسرا نام صحت ہے اور اعتدال کے بگڑ جانے کا نام مرض ہے۔

جاننا چاہیے صحت کا قیام اس کیمیادوی ترتیب پر منحصر ہے جو خون میں قائم ہے۔ تمام اعضاء اس کے مطابق اپنے افعال انجام دیتے ہیں اور انسانی جذبات اس کے مطابق ابھرتے ہیں۔ دوسرے الفاظ میں زندگی و قوت اور عادات و اخلاق خون کی صحیح کیمیادوی ترتیب (مرکب) پر قائم ہیں۔ بس یہی صحت ہے اور خون کی صحیح کیمیادوی ترتیب بگڑ جاتی ہے چاہے وہ بگاڑ نفسیاتی جذبات کے اثرات ہوں یا اعضاء کے افعال کی کمی بیشی سے ہو یا مادی تغیرات سے خون میں کیمیادوی تبدیلی پیدا ہو جائے۔ بہر حال خون کی ترکیب (مرکب) میں فرق پیدا ہو جاتا ہے۔ بس یہی مرض ہے۔ اس مرض سے جسم میں جو حالات پیدا ہوتے ہیں وہی اس کی علامات ہیں۔ یہ علامات عضوی و کیفیاتی بھی ہوتی ہیں اور مادی و نفسیاتی بھی ہوتی ہیں۔ ان میں بعض شدید ہوتی ہیں اور لطیف معلوم ہوتی ہیں۔ مریض اکثر شدید علامات کی تکلیف کا اظہار کرتا ہے اور انہی کو مرض کا نام دیتا ہے۔

علاج کی صورت میں معالج بھی مریض کی تکلیف کے ذریعہ اور اپنی کامیابی کے پیش نظر انہی علامات کو رفع کرنے کی کوشش کرتا ہے۔ اول تو وہ دو کامیاب نہیں ہوتا ہے۔ اگر کسی حد تک کوئی علامت کم بھی ہو جائے یا تکلیف رک جائے تو تھوڑے عرصہ بعد پھر نمودار ہو جاتی ہے۔ بلکہ پہلے سے بھی زیادہ شدت کے ساتھ لوٹ آتی ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ معالج ماہیت مرض سے واقف نہیں ہے۔ اور نہ ہی صحت کے صحیح قانون کا اس کو علم ہے۔ اس لیے اس کے پاس قوت شفاء نہیں ہے نہ دست شفاء رکھتا ہے۔

جاننا چاہیے کہ صحت کسی علامت و اثر و تکلیف کے رفع کرنے کا نام نہیں ہے بلکہ صحت کی اس حالت کو لوٹانے کا نام ہے جس سے خون کی صحیح کیمیادوی ترکیب (مرکب) قائم ہو جائے یہی قوت شفاء ہے۔ جب قوت شفاء قائم کرنے کی کوشش کی جاتی ہے تو اس سے نہ صرف اعضاء کے مشینی افعال اور خون کی کیمیادوی ترکیب درست ہو جاتی ہے بلکہ مادی و کیفیاتی اور نفسیاتی علامات و اثرات اور تکالیف بھی دور ہو جاتی ہیں۔ بس اسی کا نام صحت ہے۔

اب دیکھنا یہ ہے کہ کون سے طریق علاج میں صحت کو حاصل کرنے کے لیے قوت شفاء کو مد نظر رکھا گیا ہے۔ جہاں تک فرنگی طب میڈیکل سائنس کا تعلق ہے وہ صرف ان علامات و اثرات اور تکالیف کو دور کرنے کی کوشش کرتی ہے جو ظاہر اور باطن جسم میں اس کو معلوم ہوتی ہیں لیکن مجموعی

طور پر خون کی کمی یا وہی ترتیب اور افعال الاعضاء کو کھلی طور پر مد نظر نہیں رکھا جاتا۔ زیادہ سے زیادہ ان کے زہروں کو خون کے اندر معلوم کرنے کی کوشش کی جاتی ہے۔

جاننا چاہیے کہ جراثیم اور ان کا زہر خون کے اجزاء نہیں اور نہ ہی حالت صحت میں خون میں پائے جاتے ہیں۔ اگر ان کو باعث مرض قرار بھی دے دیا جائے اور ان کو انہی سپیک (دافع زہر) ادویات سے بھی دور کر دیا جائے تو بھی خون کی وہ صحیح کمی یا وہی ترتیب پیدا نہیں ہو سکتی جس کا نام قوت شفاء ہے۔ اس کے بغیر صحت کا حصول ناممکن ہے۔

دوسرا طریق علاج پائلش (ہومیوپیتھی) ہے اس میں سرے سے مرض کا تصور ہی نہیں ہے۔ اس کی ماہیت (پتھالوجی) کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ سب سے بڑی بات یہ ہے کہ ان کے ہاں صحت کا کوئی مقام ہی متعین نہیں کیا گیا تو پھر بھلا وہ خون کی صحیح کمی یا وہی ترتیب کو کیا سمجھ سکتے ہیں۔ اس کے علاوہ ان کے ہاں الاعضاء کے افعال و غذائی خواص اور مادی اثرات و ذہنیاتی کیفیات کے جسم پر اور ان کے باہمی تعلقات پائے ہی نہیں جاتے۔ سوال پیدا ہوتا ہے کہ کیا مریض کی کسی علامت کو رفع کرنے سے خون کے اندر صحیح کمی یا وہی ترتیب پیدا ہو سکتی ہے۔ نہیں ہرگز نہیں بلکہ ادویات تو مادی کی بجائے روحانی خورا کوں میں استعمال کرائی جاتی ہیں۔ اس صورت میں مادی شے کے اضافہ کا سوال ہی پیدا نہیں ہو سکتا۔ پھر خون میں تبدیلی کیسے پیدا ہو سکتی ہے۔ اس لیے ایسے حالات میں قوت شفاء کا قائم کرنا ممکن ہی نہیں ہے۔ یہی وجہ ہے کہ ہومیوپیتھی میں چند علامات کو رفع کرنے کے علاوہ کسی مزمن و پیچیدہ بلکہ حقیقی طور پر کسی مرض کا یقینی اور بے خطا علاج نہیں ہے۔ زہنی زبانی کیورکمانڈ (قوت شفاء) کا دعویٰ بے معنی ہے۔

ایلیوپیتھی (فرنگی غلب) اور ہومیوپیتھی (علاج پائلش) کے علاوہ اور بھی چند چھوٹے موٹے علاج ہیں جن میں سے بائیو کیمک - ہائیڈرو پیتھی (پانی یا بھاپ سے علاج) ایکٹرو پیتھی (بجلی سے علاج) کرومو پیتھی (رنگوں سے علاج) فزیو پیتھی (ماسل و امالہ سے علاج) سائیکو پیتھی (تجربہ نفس سے علاج) وغیرہ وغیرہ سب فرنگیوں کی پیداوار ہیں۔ ان سب میں قوت شفاء کا نام نہیں ہے۔ اول تو ان کو طریق علاج کہنا ہی غلط ہے بلکہ طریق علاج کے نام کی ذلت ہے۔ صرف چند علامات کو رفع کر دینے کا نام علاج نہیں ہو سکتا۔ جیسے بعض لوگ فاقہ کرنے کو علاج کہتے ہیں۔ موسیقی کو علاج کرنے میں شامل کرتے ہیں۔ مذہبی کتب و آیات اور مذہبی عبادتوں اور منتر کو روحانی علاج کا درجہ دیتے ہیں۔ اسی طرح تھویر گنڈ اور جھاڑ پھونک کو بھی علاج میں شامل کر لیا گیا ہے۔

یہ بھی علاج کی شان کے منافی ہیں اور نہ ہی ان میں اصول صحت ہیں اور نہ یہ قانون فطرت کے مطابق ہیں۔ ان میں قوت شفاء کا پایا جانا ناممکن ہے۔ ہم نے قانون شفاء بیان کر دیا ہے۔ ہر طریق علاج کو اس کوئی پر رکھا جاتا ہے۔ اگر کوئی قوت شفاء کے اس قانون کے علاوہ کوئی اور قانون پیش کرے جس میں قوت شفاء ہو تو ہم اس کو چیلنج کرتے ہیں۔

اب آپ کے سامنے دو عدد ایسے طریق علاج پیش کرتا ہوں جن کی بنیادی قوت شفاء پر کبھی گئی ہے۔ کوئی صاحب علم و اہل فن یا سائنس دان مندرجہ بالا قانون یا سائنس کے کسی قانون کے تحت ان کی اس قوت شفاء کی خوبی کو غلط ثابت نہیں کر سکتا۔ اور نہ ہی ہماری تحقیق قوت شفاء سے انکار کر سکتا ہے۔ یہ معجزہ ہماری تحقیقات نظریہ مفرد اعضاء کا ہے جس نے حق و باطل میں تمیز پیدا کر دی ہے۔

یہ دونوں طریق علاج جن کی بنیاد قوت شفاء پر کبھی گئی ہے۔ اصولی اور مکمل ہیں۔ پہلا طریق علاج طب قدیم کا ہے جس میں صحت کی بنیاد خلط اور کیفیات کے اعتدال پر رکھی گئی ہے یعنی جب تک ان کا اعتدال قائم نہیں رہتا صحت قائم نہیں رہ سکتی۔ اس کی تین صورتیں بیان کی گئی ہیں: ① ان میں کسی مہشی واقع ہو جائے۔ ② ان کے مزاج میں خرابی اور نقص رونما ہو جائے۔ ③ ان کے اپنے مقام میں تبدیلی ہو جائے۔

یعنی خللا اپنے صحیح مقام سے اخراج پانے کی بجائے دیگر مقام پر چلی جائے۔ یہی صحت کی بنیاد یا ماہیت مرض طب قدیم کا بنیادی قانون ہے۔ جو قانون فطرت کے تحت عمل کرتا ہے یعنی جب تک اخلاط (خون و لغم اور صفراء و سودا) اور کیفیات (گرمی و سردی اور تری و خشکی) اعتدال پر ہیں۔ کوئی مرض پیدا نہیں ہو سکتا اور اگر کوئی مرض ہو تو جسم میں ان کا اعتدال قائم کر دیا جائے تو مرض فوراً رفع ہو جائے گا۔ یہی قوت شفاء ہے۔

دوسرا طریقہ علاج ایویدک کا ہے۔ اس میں صحت کی بنیاد بھی دو شوں (صالح اخلاط) اور پر کر جتی (کیفیات) پر رکھی گئی ہے۔ اس کا بھی صحت کے متعلق یہی قانون ہے کہ جب یہ دوں اور پر کر جتی اعتدال کے ساتھ قائم رہیں تو صحت قائم رہتی ہے اور جب ان کا اعتدال بگڑ جاتا ہے تو اس حالت کا نام مرض قرار دیا جاتا ہے جس کی تین صورتیں ہو سکتی ہیں: ① ان میں کمی بیشی واقع ہو جائے۔ ② ان کے مزاج میں خرابی اور نقص واقع ہو جائے۔ ③ ان کے اپنے مقام اخراج میں تبدیلی پیدا ہو جائے۔

آیویدک میں بھی یہی صحت کا بنیادی قانون ہے اور یہی ان کے ماہیت مرض کی بنیاد ہے۔ طب قدیم اور آیویدک کے اخلاط اور دوںوں میں صرف اتنا فرق ہے کہ طب قدیم اخلاط کو چار تسلیم کرتی ہے اور آیویدک دوںوں کو تین تسلیم کرتی ہے۔ جن کو دوات (واپو سے ہے معنی ہوا) پت (صفراء) کف (لغم) کہتے ہیں۔ وہ خون کو بھی تسلیم کرتی ہے جس کو رکت کہتے ہیں۔ لیکن اس کو دوش میں شامل نہیں کرتے البتہ خون کی کیسیاوی خرابی و نقص اور تغیر و تبدیلی میں دوںوں اور پر کر جتی کو ضروری اور لازمی سمجھتے ہیں۔ گویا ملامت چاروں کو اکٹھا ہی شمار کرتے ہیں۔ یہ کوئی فرق نہیں ہے۔ صرف خون کے کیسیاوی تغیر و تبدیلی کو سمجھنے کے لیے ایسی تقسیم کی گئی ہے۔ حقیقت میں کیسیاوی تغیر و تبدیلی کی صورتیں وہی چار ہیں جن پر صحت قائم ہے اور یہی قانون قوت شفاء ہے۔

آخر میں اس مسلمہ حقیقت کا اظہار ضروری ہے کہ صحت کی حفاظت کے لیے جسم میں ایک قوت ہوتی ہے جو ان تمام اثرات کا مقابلہ کرتی رہتی ہے جو جسم کو متاثر کرتے رہتے ہیں۔ ان اثرات میں نفسیاتی و کیفیاتی اور مادی و جراثیمی اثرات خاص طور پر قابل ذکر ہیں۔ جب تک یہ قوت قائم رہے صحت قائم رہتی ہے۔ جب یہ قوت کمزور ہو جاتی ہے تو کوئی مرض پیدا ہو جاتا ہے۔ اس قوت کا نام مدافعت ہے۔ جس کو ایویدگی میں ایسویٹی۔ ہومیو پیتھی میں ڈائسٹینسی اور آیویدک میں من۔ علم نفسیات میں نفس نااطقہ اور ادبی زندگی میں ماسٹڈ کہتے ہیں۔ اس کا مقام بھی جسم میں خون ہی تسلیم کیا گیا ہے۔ طب قدیم نے اس کو طبعی روح کہا ہے۔ جو اخلاط کے لطیف بخارات سے پیدا ہوتی ہے۔ یہی جسم کی حفاظت کرتی ہے۔ ماڈرن میڈیکل سائنس نے تسلیم کیا ہے کہ خون میں سالٹڈ اینڈ لیکوڈ (ٹھوس و سیال) مادوں کے علاوہ گلیسیں (بخارات) بھی اس کے اجزاء ہیں جن میں آکسیجن، کاربن اور ہائیڈروجن وغیرہ قابل ذکر ہیں اور جب ان کے کیسیاوی تناسب میں فرق پڑ جاتا ہے تو صحت کا توازن بھی بگڑ جاتا ہے۔ ہم روزمرہ زندگی میں بھی عام طور پر ایک دوسرے سے یہی دریافت کرتے رہتے ہیں ”آپ کا مزاج کیسا ہے؟“ ”آپ کی طبیعت کیسی ہے؟“ یا اس صحت کے توازن کا ذکر دیکر ہوتا ہے جو کیسیاوی تناسب سے ہی قوت مدافعت قائم رکھتی ہے۔ بس جس قانون کے تحت یہ قوت صحت کو قائم رکھتی ہے اس کا نام قانون قوت شفاء ہے۔ اسی سے حقیقت شفاء پیدا ہوتی ہے۔ جب یہ ثابت ہو گیا کہ اخلاط یا خون اور اس کے دیگر اجزاء ہی جسم و اعضاء خصوصاً مفرد اعضاء کی غذا بنتے ہیں۔ بلکہ مفرد اعضاء مجسم اخلاط ہیں۔

بس مفرد اعضاء (انجی ٹشوز) کے افعال کے اعتدال ہی سے قوت شفاء کا قانون عمل میں رہ سکتا ہے۔ صرف طب قدیم اور آیویدک ہی ایسے طریق علاج ہیں جنہوں نے غذا کے ہضم سے لے کر اخلاط یا خون اور اس کے دیگر اجزاء کے بننے تک پھر ان سے ہی مفرد اعضاء مجسم ہوتے ہیں۔ جن کو ماڈرن میڈیکل سائنس میں ٹشوز (انجی) کہتے ہیں اور یہ ٹشوز (انجی) جسم کے ابتدائی حیوانی ذرات سے تیار ہوتے ہیں جن کو خلیات (سیلز) کہتے ہیں جس کا واحد خلیہ (سیل) ہے۔ بس یاد رکھیں کہ اسی حیوانی ذرہ کا اعتدال عمل قانون شفاء کی اولین اکائی ہے۔

حاصل یہ ہوا کہ اخلاط اور خلیات دونوں کی یادی اور مشینی طور پر زندگی اور صحت کو قائم رکھتے ہیں۔ صرف کسی ایک علامت کو رفع کر دینے سے کبھی صحت قائم نہیں رہ سکتی ہے۔ بلکہ قانون قوت و شفاء پر پوری طرح عبور حاصل کر لینے اور اس پر قابو پالینے سے ہی شفاءء کاملہ پیدا ہو سکتی ہے۔

بڑھاپے کے تغیرات

بڑھاپے کو جب تک پورے طور پر ذہن نشین نہ کر لیا جائے اس وقت تک یہ بات یقین کے ساتھ نہیں کہی جاسکتی کہ بڑھاپا قابل علاج ہے یا نہیں۔ بڑھاپا تب پورے طور پر ذہن نشین ہو سکتا ہے جب اس کا پوری طرح اندرونی اور بیرونی طور پر تجزیہ کیا جائے۔ یہ تجزیہ وہ تغیرات ہیں جو بڑھاپے میں اندرونی اور بیرونی طور پر ظاہر ہوتے ہیں۔ انہی تغیرات سے ہم ان حقائق کو ذہن نشین کر سکیں گے۔ جن سے بڑھاپا انسانی جسم میں داخل ہوتا ہے اور ان کی وہ تمام صحت و قوت اور جوش و جذبہ کو ختم کر کے خود قابض ہو جاتا ہے۔

بڑھاپے کے بیرونی تغیرات

اگر ایک بوڑھے انسان کو فوراً سے دیکھا جائے تو ظاہری طور پر قد و بخت اور بناوٹ میں کوئی فرق معلوم نہیں ہوتا البتہ اس کے سر، چہرے اور جسم کے بال سفید ہوتے ہیں۔ چہرے اور جسم پر جھریاں پائی جاتی ہیں۔ بیٹائی و شٹوائی اور گویائی کمزور ہوتی ہے۔ کچھ کمر جھک گئی ہوتی ہے۔ حرکات جسم میں مشکلات، چلنے پھرنے میں بوجھ اور دقت کے ساتھ سلامت روی پائی جاتی ہے۔ ہر قول و فعل میں جوش و جذبہ بات میں تیزی کے بجائے سلامت پسندی نظر آتی ہے۔ غرض ایک ظاہری تغیر نظر آتا ہے۔ جو نوجوان انسان میں بالکل نہیں پایا جاتا۔ اگر یہ تغیر کسی بوڑھے انسان میں ختم ہو جائے تو وہ بھی جیسے جیسے نوجوان بن جائے۔ لیکن حقیقت یہ ہے کہ یہی تغیری مشکل نظر آتا ہے۔ اگر اس تغیر پر قابو پایا جائے تو یقیناً بڑھاپا قابل علاج ہے۔ اس تغیر کا اس وقت تک پورے طور پر علم نہیں ہو سکتا جب تک اندرونی تغیرات کا علم نہ ہو جو انسان کے اندر جسم اور خون میں پیدا ہوتے ہیں یا دوسرے الفاظ میں وہ تغیرات جو مشینی طور پر اعضاء میں پیدا ہوتے ہیں۔ کیونکہ انسان جسم اور خون کا بنا ہوا ہے اور انہی میں روح ہوتی ہے اور جذبات پیدا ہوتے ہیں۔ اندرونی تغیرات اپنے اندر بہت اہمیت رکھتے ہیں۔

بڑھاپے کے اندرونی تغیرات

غذا ہضم ہو جانے کے بعد خون بن جاتا ہے تو یہی خون دل سے جسم کی طرف دھکیلا جاتا ہے تاکہ جسم کی خوراک بن کر جزو بدن بنے۔ یہ خون دل کے سکڑنے اور پھیلنے سے پپ کی طرح شریان میں پھیلتا جاتا ہے پھر دیگر شریانوں کے ذریعے تمام جسم میں پھیل جاتا ہے۔ یہاں تک کہ بال سے باریک شریانوں میں پہنچ جاتا ہے۔ جن کو عروقِ شعریہ (کپیلریز) کہتے ہیں۔ یہاں سے یہ جسم پر ششمن کی شکل میں ترشح پاتا ہے جس کو جسم جذب کر کے جذبہ بدن بنالیتا ہے اور جسم میں جذب ہو جانے کے بعد جو رطوبت وہاں پر باقی بچ جاتی ہے وہ پھر جذب ہو کر دل میں پہنچ جاتی ہے۔ تندرستی میں یہ سلسلہ قائم رہتا ہے۔ دل جو خون روانہ کرتا ہے وہ جب ترشح پاتا ہے تو اس وقت وہ پہلے ان غدود سے گزرتا ہے جو عروقِ شعریہ کے سروں پر لگے ہوتے ہیں۔

یاد رکھیں کہ جب خون غدود میں داخل ہوتا ہے تو وہ ویسے ہی وہاں سے ترشح نہیں پاتا بلکہ وہاں پر خون میں تین کی یادی تہ بلیاں پیدا ہوتی ہیں:

- ① خون میں حرارت سے پہنچتی پیدا ہوتی ہے۔
- ② خون میں صفائی ہوتی ہے جس خون میں پہنچتی پیدا نہیں ہوتی وہ وہاں سے واپس خون میں شریک ہو جاتا ہے۔

۱۲ جو خون پختہ ہو جاتا ہے وہ جسم میں ترش پاتا ہے۔

بالکل وہی عمل جو دیگر اگردے انجام دیتے ہیں اور یہ نغد بھی ان کے ماتحت ہیں۔ اس لیے ان کے مطابق اور ان کے ساتھ ساتھ ہی اپنے اعمال انجام دیتے ہیں۔ اس میں فرق یہ ہے کہ جس جس مقام اور جس جس عمل کے لیے ان کو مقرر کیا گیا ہے جیسے جہرا پنی رطوبات میں صغرا ہنا کر خارج کرتا ہے اور گردے پیشاب پیدا کر کے خارج کرتے ہیں یہی صورتیں باقی رطوبات اور دیگر تمام جسم کے نغد انجام دیتے ہیں۔

جسم پر رطوبت ترش ہو جانے کے بعد جو جذب ہو کر بیج جاتی ہے وہ وہاں سے نغد ہی کے ذریعے جذب ہو کر عروق جا ذہ کے ذریعے دل میں پہنچ کر خون میں مل جاتی ہے۔ یہاں پر بھی نغد جا ذہ میں کیسادی تبدیلیاں پیدا ہوتی ہیں:

- ① رطوبت میں خمیر پیدا ہوتا ہے اور وہ رطوبت جو کیسادی طور کھار (الکلی) ہوتی ہے تیزاب یا ترشی (ایسڈنی) میں تبدیل ہو جاتی ہے۔
- ② جس رطوبت میں ترشی پیدا نہیں ہوتی وہ وہاں قائم رہتی ہے اور وہاں پر الکلی ہوتی جاتی ہے۔
- ③ جو رطوبت ترشی میں تبدیل ہو جاتی ہے وہ کیسادی طور پر عروق جا ذہ میں چلی جاتی ہے پھر یہی ترشی جب جا کر خون میں شریک ہوتی ہے تو دل کے فعل میں انقلاب پیدا کر کے اس کو تیز کر دیتی ہے۔ اس سے خون میں گاڑھا پن پیدا ہو جاتا ہے۔ اس سے دل کے انقلاب کے ساتھ تمام جسم کے عضلات میں انقلاب پیدا ہو جاتا ہے۔

اسی عمل سے معدہ کے عضلات کی رطوبات جذب ہو کر وہاں سے اعصاب میں تیزی پیدا ہو جاتی ہے۔ جس سے بھوک لگتی ہے۔ عضلات کے اس انقلاب سے نہ صرف معدہ کے عضلات میں تیزی آتی ہے بلکہ تمام جسم کے عضلات متاثر ہوتے ہیں۔ یہ دوران خون کا کیسادی عمل ہے۔

جوانی و صحت اور طاقت کی صورت میں دل بہت تیزی سے خون پھینکتا ہے، جگر، گردے اور دیگر نغد دانی قوت سے وہاں پر پہنچتی پیدا کرتے اور خارج کرتے ہیں۔ یہاں یا مرگی ذہن نشین کر لیں کہ جو رطوبات اخراج پاتی ہیں وہ اس وقت تک اخراج نہیں پاتیں جب تک اعصاب میں تیزی اور طلب پیدا نہ ہو۔ اسی طرح نغد جا ذہ بہت اچھی طرح رطوبات کو جذب کر کے دل و خون میں شامل کر دیتے ہیں۔ یہ بھی ذہن نشین کر لیں کہ نغد جا ذہ بالکل وہی کام کرتے ہیں جو طحال کرتی ہے بلکہ اس کے مطابق کرتے ہیں۔ فرق صرف مقام اور کام کا ہے جیسے کہ نغد کے بیان میں لکھا جا چکا ہے۔

جب تک یہ سلسلہ قائم رہتا ہے اس وقت تک جوانی و صحت اور قوت قائم رہتی ہے۔ اس کے ساتھ ہی اعضائے رکیہ و شریفہ اور خادما پنی پوری قوت سے کام کرتے ہیں لیکن جب مشینی یا کیسادی طور پر کسی مقام اور عمل میں نقص پیدا ہو جاتا ہے تو وہاں پر خرابی اور مرض پیدا ہو جاتا ہے۔ جس سے جسم میں سوزش و سکون اور ضعف پیدا ہونا شروع ہو جاتا ہے۔ یہ ہیں جسم انسان کے اندرونی تغیرات جس میں سے بڑھا پنے کی ابتداء ہوتی ہے اور اس کے اثرات اور طامات ظاہر ہونا شروع ہو جاتی ہیں۔

مشین میں تحریک

ہر قسم کی مشین چلنے اور چاٹنے میں کسی قسم کی تحریک لازمی امر ہے۔ یہ مشینیں ہاتھ سے چلنے والی ہوں جیسے بچکی و چرخی یا گھوڑے گدے سے اور نیل اونٹ سے چلنے والی ہوں۔ جیسے نائے رہڑے فراس اور گڈے یا تیل اور پٹرول گیس و بجلی سے چلنے والی مشینیں و ریل گاڑیاں اور کاریں و جوانی جہاز وغیرہ کے لیے محرک لازمی ہیں۔ ان کے بغیر کوئی بھی مشین خود بخود نہیں چل سکتی البتہ ان مشینوں کے چلنے سے بعض خود کار نظام کام کرتے ہیں۔ جیسے ریل گاڑی اور موٹر کار چلنے کے ساتھ ساتھ بجلی بھی پیدا ہوتی رہتی ہے۔ جس سے ان میں روشنی کی جاتی ہے بعض اوقات اسی بجلی سے۔

گاڑیاں اور موٹر کاریں چلائی جاتی ہیں۔

یہ مسلہ حقیقت ہے کہ ہر مشین کے لیے ایک محرک کی ضرورت یقیناً لازمی ہے۔ اگر کسی مشین کی حرکت سے بجلی یا گیس پیدا کی جائے تو اس سے بھی خود کار تحریک کا کام لیا جاتا ہے۔ بعض مشینوں میں کئی کئی خود کار آ لے لگے ہوتے ہیں جو مشینوں کے اندر ضرورت کے مطابق اپنے وقت پر کام کرتے ہیں۔ اگر ان میں نقص پیدا ہو جائے تو مشین خراب ہو جاتی ہے اور رک جاتی ہے۔ گویا کسی مشین کے لیے محرک کا ہونا قانون فطرت ہے۔

انسانی مشین میں تحریک

مشین چلانے میں کسی محرک کی طرح انسانی مشین کے لیے بھی لازماً ایک موثر محرک کی ضرورت ہوتی ہے۔ بغیر اس محرک کے نہ تو انسان کی مشین کی ابتداء ہوتی ہے اور نہ ہی انسانی مشین کا تسلسل جاری رہتا ہے۔ اگر اس محرک کے عمل اور اثر میں کمی بیشی اور توڑ پھوڑ واقع ہو جائے تو اس حالت کو انسانی مشین کی خرابی کہتے ہیں۔ جس کا نام مرض اور بیماری ہے اور اس کے عمل و اثر میں سستی و ضعف اور بگاڑ پیدا ہو جائے تو اس کا نام بڑھاپا ہے۔ عمل اور اثر میں کمی بیشی اور توڑ پھوڑ تو درست کی جاسکتی ہے لیکن جب عمل و اثر کی پیدا آئش میں سستی و ضعف اور بگاڑ واقع ہو جائے تو اس کا درست کرنا انتہائی مشکل بلکہ آج تک ناممکن ہے کیونکہ ان کی درستگی کے لیے لازمی امر ہے کہ جو پرزہ گھس گیا ہے اس کو نیا لگا دیا جائے یا اس کو مکمل پورا (ریپلٹ) کیا جائے۔ دونوں صورتیں کی تو جاسکتی ہیں مگر دونوں صورتیں انتہائی مشکل ہیں۔ آج تک یہ دونوں کوششیں کی گئی ہیں لیکن یقیناً کامیابی نہیں ہوئی بلکہ بعض حالتوں میں نقصان زیادہ ہوا ہے۔

جہاں تک نئے اعضاء کے بدلے کا تعلق ہے اس کے لیے بھی دو صورتیں ہیں؛ اول جسم میں ایسے بیوند لگائے جائیں جن سے جوانی کی قوت پھر لوٹ آئے اور انسان کے ست و ضعیف اور بگڑے ہوئے پرزے (اعضاء) پھر درست ہو کر نئے ہو جائیں اور جوانوں کے اعضاء کی طرح اپنا کام شروع کر دیں۔

بیوند کی صورت میں زیادہ تر انسان میں جوان انسان یا بندر اور دیگر حیوانات کے اعضاء کے بیوند لگائے گئے اور یہ بیوند زیادہ تر خسیوں اور دیگر جنسی اعضاء کے لگائے گئے۔ اس میں وقتی طور پر چند دنوں کے لیے کامیابی تو ہوتی مگر مکمل طور پر کامیابی نہیں ہوتی ہے۔ اسی طرح اس کی دوسری صورت یہ ہے کہ بوڑھوں میں جوان انسانوں یا بندروں اور دیگر حیوانوں کے اعضاء مکمل طور پر لگا دیئے جائیں۔

ایسے بہت سے تجربات کیے گئے۔ مگر مکمل اور یقینی کامیابی نہیں ہوئی البتہ بعض اعضاء جو تبدیل کیے گئے چند روز کام کرنے کے بعد ختم ہو گئے اور بعض چند ماہ تک کام دیتے رہے۔ لیکن جسم کا ساتھ نہ دے سکے۔ اور موت کا باعث بن گئے۔

یہ تصور تو صحیح ہے کہ زندگی کے لیے دیگر اعضاء کی نسبت دل کا مضبوط ہونا لازمی امر ہے۔ اگر انسان میں ضرورت کے مطابق دل بدل دیئے جائیں تو یقیناً انسان اگر ہمیشہ کے لیے نہیں تو دو چار سال تو ضرور زندہ رہ سکتا ہے کیونکہ دل جسم انسان میں ایسا مرکزی عضو ہے جو نہ صرف اپنی کثرت کار کی وجہ سے کمزور ہو جاتا ہے بلکہ جسم کے اندرونی اور بیرونی احساسات و ادراکات اور جذبات سے ہر گزنی متاثر ہوتا رہتا ہے۔ تباہی کرنے والے دل کو جوان اور مضبوط تو ضرور تلاش کیا جاتا ہے۔ مگر نظریہ مفرد اعضاء کے تحت صرف دل کا مضبوط ہونا کافی نہیں ہے بلکہ اس پر جو دوا دے گئے ہوتے ہیں جن میں سے ایک اعصابی ہوتا ہے اور دوسرا اندری ہوتا ہے۔ اگر ان میں سے کوئی ایک پر دہ بھی کمزور ہوگا تو بھی دل کمزور ہوگا اور پوری طرح کام نہیں کرے گا۔

یہ بات یاد رکھنی چاہیے کہ اعصاب جسم میں نہ صرف احساس کا کام کرتے ہیں بلکہ جسم میں جڑ کا کام بھی دیتے ہیں۔ اسی طرح جسم میں عدد غذا کے ساتھ حرارت بھی پہنچاتے ہیں۔ اس لیے مکمل دل کا مضبوط ہونا ضروری ہے۔

تحریک زندگی

انسانی زندگی کی ابتداء نطفہ سے ہوتی ہے جس میں زندہ کرم ہوتے ہیں۔ جن کو کرم منی کہتے ہیں۔ وہ عورت کے جنسی عضو میں داخل ہو کر وہاں گردش کرتا ہے۔ جلد یا بدیر اس کا ملاپ عورت کی جنسی رطوبت سے ہوتا ہے جس میں نطفے نطفے بیٹے ہوتے ہیں جن کو بیضہ اٹھی کہتے ہیں۔ جب کرم منی کا ملاپ بیضہ اٹھی سے ہوتا ہے تو کرم کا سر بیضہ اٹھی میں داخل ہو جاتا ہے۔ اس طرح وہ زندگی کی اولین تحریک کا باعث ہوتا ہے۔ اس کے ساتھ ہی بیضہ اٹھی میں نشوونما اور ارتقاء شروع ہو جاتا ہے۔

تقسیم تخم انسان

مرد اور عورت کے اجزائے تناسلی یعنی تخم انسان (کرم منی) اور عورت کا انڈا بیضہ اٹھی صرف ایک ایک سیل یا خلیہ کے بنے ہوتے ہیں۔ چونکہ ہر نباتات یا حیوانات کا جسم پہلے ایک ذرہ یا خلیہ سے بنا شروع ہوتا ہے۔ اس لیے انسان بھی ایک ہی خلیہ سے پیدا ہوتا ہے۔ جب نطفہ قرار پا جاتا ہے یا حمل ٹھہر جاتا ہے تو اس میں ساتھ ہی کئی تبدیلیاں ہونا شروع ہو جاتی ہیں۔ پہلے خلاف کے اندر ہی اندر اس کی زدی دو حصوں میں تقسیم ہو جاتی ہے پھر دو سے چار اور چار سے آٹھ حصوں میں تقسیم ہو جاتی ہے جس کے باہم ٹکے سے ایک دانہ دار درجہ مشکل دانہ شہتوت کے بن جاتا ہے۔ پھر رفتہ رفتہ یہ خوش پھولنا شروع ہو جاتا ہے۔ پھر نطفہ بن کر ذیل کے تین طبقات میں تقسیم ہو جاتا ہے۔ پہلا طبقہ بیرونی، دو سرا طبقہ درمیانی اور تیسرا طبقہ اندرونی کہلاتا ہے۔ یوں ان تینوں طبقوں میں انسانی جسم تقسیم ہو جاتا ہے:

- ① بیرونی طبقہ سے زیادہ تر دماغ، حرام مغز، جلد، اعصابی جملی آلات خواں شہد اور تمام جسم کے اعصاب بنتے ہیں۔
 - ② درمیانی طبقہ سے گردے و جگر اور لبلبہ و دیگر نغذہ وغیرہ اور تمام جسم کے عشاء غصائی و مخاطی اور جلد کا کچھ حصہ وغیرہ بنتا ہے۔
 - ③ اندرونی طبقہ سے عضلات اور عروق اور ساتھ ہی ساتھ الحاقی مادہ اور اس سے ہڈیاں و کیریاں اور بال و ناخن وغیرہ بنتے ہیں۔
- اس طرح حلقہ (جو تک) جنین بن جاتا ہے اور مکمل بچہ بن کر ماں کے پیٹ سے اخراج پا تا ہے۔ جو اکثر نو ماہ بعد پیدا ہوتا ہے۔ یہ بات ذہن نشین رکھیں کہ انسان کے جسم کی ابتداء الحاقی مادہ سے ہوتی ہے۔ پھر وہ ترقی کر کے عضلاتی و اعصابی مادوں میں تبدیل ہو جاتا ہے۔

زندگی کی ابتداء

مفرد اعضاء کا ہر ذرہ اپنے اندر زندگی اور زندگی کے تمام لوازمات رکھتا ہے اس کو خلیہ یا کیرہ کہتے ہیں۔ ان خلیات کے مجموعہ کا نام نطفہ ہے۔ یہی مفرد اعضاء کی ابتداء ہے۔ گویا ہر مفرد عضو اپنے اندر لاکھوں اور کروڑوں زندہ ذرات رکھتا ہے جن میں نغذہ و تھنیر اور نسیم و تنبیہ کی تمام قوتیں پائی جاتی ہیں۔ لیکن ان سب کی پیدائش اس کرم منی سے ہوتی ہے جو مرد کے مادہ منویہ میں پیدا ہو کر جسم سے جدا ایک زندہ ذرہ اور کیرہ بن جاتا ہے۔ گویا کرم منی ایک اولین ذرہ ہے جس میں زندگی اور زندگی کے تمام لوازمات ہیں جو انسان کے جسم سے جدا ہو کر تیار ہوتا ہے اور تخم کی حیثیت سے آئندہ انسانی زندگی کی ابتداء کرتا ہے۔ اسی طرح عورت کے مادہ منویہ سے بھی ایک ذرہ یا کیرہ تیار ہو کر جدا زندگی کا حامل ہوتا ہے اور اپنے اندر تخم کی حیثیت رکھتا ہے پھر دونوں جدا جدا بے معنی ہو کر رہ جاتے ہیں کیونکہ کرم منی کا کام تحریک و بنا اور بیضہ اٹھی کا کام تحریک حاصل کرنا ہے یا

دوسرے الفاظ میں کرم منی کو اپنی نشوونما کے لیے غذا کی ضرورت ہے اور بیضہ اٹلی کا کام غذا مہیا کرنا ہے اور دونوں کے ملاپ سے انسان پیدا ہوتا ہے۔

یہ سوال قابل ذکر ہے کہ کیا کرم منی میں پوری قابلیت ہے کہ وہ خود غذا اور ضروریات زندگی حاصل کر کے بغیر بیضہ اٹلی کے مکمل انسان بن سکتا ہے۔ یا بیضہ اٹلی میں یہ پوری قابلیت ہے کہ وہ تحریک حاصل کرنے کے بعد بذات خود مکمل انسان بن سکتا ہے۔ یہ حقیقت ابھی تحقیق طلب ہے البتہ آدم کی پیدائش اور عیسیٰ ﷺ کی پیدائش سے ثابت ہوتا ہے کہ دونوں کرم اور بیضہ اٹلی مناسب ماحول اور مناسب تحریک سے مکمل انسان بن سکتے ہیں۔ بہر حال یہ حقیقت یقینی ہے کہ زندگی کے لیے کسی تحریک کی ضرورت لازمی ہے۔ اور یہی صفت کرم منی میں ہے کہ وہ باعث تحریک ہے یا خود ہی مکمل انسان بن جاتا ہے۔ جہاں تک بچہ کی ملکیت کا سوال ہے تو پتہ چلتا ہے کہ اس کا باپ اس کا مالک ہے تو اہمیت کرم منی کو ملتی ہے اور جہاں تک وراثت کا تعلق ہے تو پتہ چلتا ہے کہ ماں اور باپ دونوں کے اثرات اپنے میں پائے جاتے ہیں تو بیضہ اٹلی کو بھی کچھ اہمیت حاصل ہو جاتی ہے۔ یہ مسلمہ حقیقت ہے کہ کرم منی کا بیضہ اٹلی میں داخل ہو کر اسے بار آور کرنا یہ صاف ظاہر کرتا ہے کہ مرد کے مادہ تولید میں قوت عاقدہ اور عورت کے مادہ تولید میں قوت منصفہ ہوتی ہے۔ مقام غور ہے کہ قدم اطباء یونان کا یہ مشہور و معتبر قول کس قدر صحیح ہے کہ آج صدیوں کی علمی تحقیقات کے بعد بھی اس پر مبر تصدیق ثبت ہوتی ہے۔

ان حقائق سے ثابت ہے کہ کرم منی انسانی زندگی کے لیے اولین محرک ہے اور اس کا تجزیہ کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ ایک ایسا ذرہ ہے جس میں زندگی کے ساتھ روح و حرارت اور رطوبت بھی ہے اور اسی کی روح ہی بیضہ اٹلی میں باعث تحریک ہوتی ہے۔ اس سے ثابت ہوتا ہے کہ بیضہ اٹلی میں حرارت اور رطوبت تو ہے مگر محرک روح نہیں ہے جو کرم منی سے اثر انداز ہوتی ہے اور انسان اپنے کمال کو پہنچتا ہے۔

محرکات زندگی

انسانی زندگی کا اولین محرک کرم منی ہے اور جب انسان کی پیدائش ہوتی ہے تو اس کے جسم کی مشین باقاعدہ کام کرتی ہے جس کے ساتھ غذا ہضم ہوتی ہے، خون دودھ پانی اور دیگر مخلوقات پیتا ہے رطوبات اور ادارات کا اخراج ہوتا ہے انسان بچپن سے جوانی اور پھر بڑھاپے کی طرف چلا جاتا ہے۔ ان افعال و اعمال سے پتہ چلتا ہے کہ اس مشین کو چلانے کے لیے ضرور کچھ محرکات کام کرتے ہیں۔ جن سے نہ صرف جسم انسانی کی مشین چلتی ہے بلکہ صحت اور قوت قائم رہتی ہے اور جب یہ محرکات کمزور یا ختم ہو جاتے ہیں تو انسان نہ صرف بیمار کمزور اور بوڑھا ہو جاتا ہے بلکہ اس کی زندگی بھی جلد ختم ہو جاتی ہے۔ سوال پیدا ہوتا ہے کہ یہ محرکات کیا ہیں؟ معلوم ہوتا ہے کہ یہ محرکات کیسے یا وہی اعمال ہیں جو انسانی مشین کی خود کار صورت سے پیدا ہوتے رہتے ہیں اور پھر یہی کیسے یا وہی محرکات انسانی مشین کو چلاتے ہیں۔ جہاں تک انسانی مشین کا تعلق ہے اس میں ہمیں حیاتی اعضاء صرف تین نظر آتے ہیں۔ جن کو ہم اعضاء ریسر کہتے ہیں جو دل، دماغ اور جگر کے نام سے مشہور ہیں۔ ظاہرہ تو معلوم ہوتا ہے کہ یہ تین اعضاء ریسر خون کے اثرات و افعال سے زندہ اور حرکت میں ہیں لیکن ایسا نہیں ہے بلکہ خون میں چند ایسے اجزاء بھی پائے جاتے ہیں جو دل دماغ اور جگر کو حرکت میں رکھتے ہیں اور اگر خون میں سے کسی ایک عضو ریسر کا محرک کم ہو جائے تو اس کی حرکت میں کمی آ جاتی ہے۔ گویا کہ اعضاء ریسر کے محرکات کیسے یا وہی طور پر جسم میں تیار ہو کر ان کو عمل میں رکھتے ہیں۔ اب سوال پیدا ہوتا ہے کہ یہ محرکات کیا ہیں؟

محرکات جسم انسان

دل عضلاتی عضو ہے۔ عضلات مفرد اعضاء میں شریک ہیں جن کی تربیت زندہ انسجہ (نشوز) سے ہوتی ہے جس کا ہر ذرہ زندہ اور حیوا

خصوصیات کا حامل ہے۔ گویا دل کا ایک ایک ذرہ زندگی اور حرکت میں ہے۔ اس لیے دل میں فطری طور پر حرکت پائی جاتی ہے۔ دوسرے دل کو حرکت میں رکھنے کے لیے خون بھی ایک اہم کردار ادا کرتا ہے۔ تیسرے نسیم (آکسیجن) بھی اپنی تحریک سے دل کو حرکت میں رکھتی ہے۔ چوتھے نفسیاتی طور پر دل کا تعلق دو قسم کے جذبات کے ساتھ ہے۔ اول خوشی و دم غم۔ انسانی زندگی میں انہی دونوں جذبات کی کثرت ہے یعنی انسان کسی شے کے حصول سے خوش ہوتا ہے اور کسی چیز کے نہ ملنے سے اس کو غم ہوتا ہے اور جذبات ہمیشہ غیر شعوری طور پر رونما ہوتے ہیں۔ یہ دونوں جذبے بھی دل کو ہر گھڑی حرکت میں رکھتے ہیں۔ پانچویں بعض اندیز اور بعض ادویہ بھی دل کو خاص طور پر حرکت دینے کا سبب بنتی ہیں۔

چونکہ دل جسم انسان میں ایک اہم عضو ہے اور اس کے حرکت میں رہنے سے ہی انسانی جسم کی زندگی قائم ہے۔ اس لیے دل کو حرکت میں رکھنے کے لیے یہ سب صورتیں اختیار کی گئی ہیں۔ ان صورتوں کے علاوہ وہ کیمیائی و رطوبات ہیں جو جسم میں بعض غد کے کیمیائی اعمال سے تیار ہو کر دل کو تحریک اور تقویت دیتی ہیں۔

لیکن حقیقت یہ ہے کہ اگر یہ کیمیائی و رطوبات اپنا عمل کم کر دیں تو نہ صرف دل کی حرکات میں کمی آ جاتی ہے بلکہ وہ کمزور بھی ہو جاتا ہے۔ یہ کیمیائی و رطوبات اس مواد سے تیار ہوتی ہے جو رطوبت خون سے ترشح اور جذب ہونے کے بعد باقی بچتی ہے۔ پھر غد جا ذب سے جذب ہو کر وہاں ان میں ایک خاص قسم کا خمیر تیار ہوتا ہے۔ پھر یہی خمیر شدہ رطوبت عروق جا ذب کے ذریعے دل میں گر کر اس کے خون میں شامل ہوتی ہے جس سے خاص طور پر دل میں حرکت اور تقویت پیدا ہوتی ہے۔ بار بار کے تجربات سے ثابت ہوا ہے کہ اس رطوبت کی پیداوار میں کمی واقع ہو جائے تو نہ صرف دل کی حرکات اور طاقت میں کمی آ جاتی ہے بلکہ بڑھاپا شروع ہو جاتا ہے۔ اس لیے اس کیمیائی و رطوبت کا جوانی کے ساتھ بہت زیادہ ملل ہے۔ یہ کیمیائی و رطوبات کیا ہے اور جسم میں کیسے تیار ہوتی ہے اور اس کا اثر کس طرح ہوتا ہے اس کے متعلق آج تک کی معلومات درج ہیں۔ چونکہ یہ رطوبات غد جا ذب میں تیار ہوتی ہیں جن کا مرکز ملل ہے اس لیے پہلے ان کا ذکر ضروری معلوم ہوتا ہے۔

مدد جا ذبہ

جسم میں جو رطوبات پڑی رہتی ہیں ان کو جذب کرنے کے لیے خاص قسم کی گھٹیاں یہ افعال انجام دیتی ہیں جن کو غد جا ذبہ (لمفے تک گھینڈ) کہتے ہیں۔ یہ چھوٹی بڑی گھٹیاں ہیں جو عروق جا ذبہ اور عروق کیلوس کی راہ میں سر سے پاؤں تک پائی جاتی ہیں۔ یہ چھٹی بیضوی یا گول ہوتی ہیں۔ ان کی رنگت کا شے پر خاکستری سرخی مائل ہوتی ہے۔ ان غد کے اندر مخرب لمف اور کیلوس آ کر ایک تغیر حاصل کر کے خون میں ملنے کی قابلیت حاصل کر لیتے ہیں۔ عروق جا ذبہ مختلف مقامات پر ان غد جا ذبہ کے درمیان سے گزرتی ہے۔ ہر ایک گھٹی کے اندر بے شمار خانے ہوتے ہیں اور جب روق جا ذبہ ان غد کے اندر داخل ہوتی ہیں تو وہ بہت باریک باریک شاخوں میں منقسم ہو جاتی ہیں جن کو عروق داخلہ کہتے ہیں اور پھر وہ باریک باریک شاخیں باہم مل کر ایک یا دورہ جاتی ہیں جو غدہ یا گھٹی سے خارج ہو جاتی ہے۔ تب اس کو عروق خارجہ کہتے ہیں۔ پس عروق جا ذبہ کی تمام لوہت (لمف) ان غد میں سے چھن کر نکلتی ہے اور خون میں جا کر ملتی ہے اور اگر اس میں کوئی موزی یا زہریلا مادہ موجود ہو تو وہ ان غد یا گھٹیوں مارہ جاتا ہے اور خون میں داخل نہیں ہونے پاتا۔ یہی وجہ ہے کہ جب انگلی یا ہاتھ پر کوئی زخم آ جاتا ہے تو اس میں زہریلا مادہ سرایت کر جاتا ہے اور وق جا ذبہ کے راستے وہ بازو کی طرف جاتا ہے تو بغل کے غد جا ذبہ سے اسے روک لیتے ہیں اور خون میں داخل نہیں ہونے دیتے جس کے سبب وہ خود ستورم ہو کر دردناک ہو جاتے ہیں لیکن سارے خون کو زہریلا نہیں ہونے دیتے۔ اسی طرح سوزاک یا آتشک میں یا مرض طاعون میں کبج ران غد جا ذبہ پڑے مادہ کو اپنے اندر جذب کر کے ستورم ہو جاتے ہیں جس کو عام طور پر بد بکھا جاتا ہے۔

انہی غد جا ذبہ میں ہی دانہا، لمف (لمفوسائٹ) بنتے ہیں۔ جو حقیقت سفید دانہا کے خون (لیوکوسائٹ) ہوتے ہیں جن کو عروق میں انجام پاتا ہے انہیں عروق جا ذبہ کہتے ہیں لہذا ان کا ذکر بھی ضروری ہے۔

عروقِ جاذبہ

انہیں عروقِ مصاصہ (ایب سارینٹس) اور انگریزی میں لمفے نکلس کہتے ہیں۔ یہ اس آبی رطوبت (لمف رطوبتِ ظلیہ) کو جذب کر کے خون میں شامل کر دیتے ہیں۔ جو جسمانی ساختوں پر خون سے ترشح پاتی ہے جہاں یہ رطوبت ترشح پاتی ہے۔ وہاں پہلے بال سے باریک عروقِ جاذبہ بنتی ہیں جن کو عربی میں ”مراہس“ اور انگریزی میں ”لمفے لک کپھلریز“ کہتے ہیں۔ پھر ان سے رفتہ رفتہ ذرا بڑے عروق یا تالیان بن جاتی ہیں۔ جنہیں طب میں روماتیغ و سواتی اور جداول کہتے ہیں۔ اس قسم کی سب سے بڑی نالی کو طب میں بحرئی صدر اور انگریزی میں تھوریک ڈکٹ کہتے ہیں۔ عروقِ جاذبہ کی ساخت بھی مثل ویدوں کے ہوتی ہے اور ویدوں کی طرح ان میں بھی کواڑ ہوتے ہیں بلکہ کواڑوں کی کثرت کی وجہ سے ان کی شکل تنج کے دانوں کی طرح گروہ دار ہوتی ہے۔

رطوباتِ جاذبہ اور رطوبتِ مترشح

یہ بتایا جا چکا ہے کہ خون جب دور کرتا ہو عروقِ شعر یہ میں پہنچتا ہے تو آبِ خون (پلازما) ان عروق سے تراوش پا کر اعضاء کی ساختوں (ٹشوز) میں بھر جاتا ہے اور انہیں سیراب و پرورش کرتا ہے۔ پھر ان کا حصہ بن جاتا ہے۔ اس کو رطوبتِ ظلیہ (شبنم) کہتے ہیں۔ یہ خون سے مترشح رطوبت (سیریشن) ہے جو رطوبتِ پرورش سے بچ جاتی ہے وہ انہی عروقِ جاذبہ سے جذب ہو کر غدود میں جمع ہوتی ہے جہاں پر اس میں خمیر سے ایک خمیر پیدا ہوتا ہے۔ پھر یہ خمیر شدہ یا متغیر رطوبت واپس خون میں چلی جاتی ہے۔ پس عروقِ جاذبہ تمام جسم سے اسی کو جذب کرتے ہیں۔ اس کو رطوبتِ جاذبہ اور انگریزی میں لمف کہتے ہیں۔

فرنگیِ طب کی غلط فہمی

فرنگیِ طب نے رطوبتِ مترشح اور رطوبتِ جاذبہ کو ایک ہی قسم کی رطوبت قرار دیا ہے۔ یہ ان کی غلط فہمی ہے۔ جاننا چاہیے کہ رطوبتِ مترشح اس رطوبت کا نام ہے جو خون سے تراوش پاتی ہے۔ جسے طب میں رطوبتِ ظلیہ کہتے ہیں۔ جو شبنم کی صورت میں ہوتی ہے۔ گویا یہ ایک قسم کی سیریشن ہے۔ اس میں خون کے تمام اوصاف پائے جاتے ہیں۔ لہذا اس کو پلازما کہنا صحیح ہے۔ اس کو (رطوبتِ جاذبہ) کہنا درست نہیں ہے۔ لمف ایک قسم کی ایسی صورت ہے جس میں خون کے غذائی اجزاء جذب ہو کر جسم کا حصہ بن گئے ہیں اور جو باقی بچ گیا ہے وہ صرف پانی ہے جس میں اجزاء خمیر (پروٹینز) اور دیگر غذائی اجزاء ختم ہو گئے ہیں۔ لمف کے لغوی معنی بھی پانی کے ہیں۔ اس کا رنگ بھی سفید یا قدرے زردی مائل ہوتا ہے۔ اس کے مزے میں کھاری پن ہوتا ہے۔ اس میں ترشی نہیں ہوتی۔ البتہ مترشح رطوبت (سیریشن) میں تمام غذائی اجزاء کے ساتھ ترشی بھی پائی جاتی ہے اور اس میں سرخ و سفید خون کے ذرات بھی شریک ہوتے ہیں۔ گویا رطوبتِ مترشح کے تمام اجزاء جب ختم ہو جاتے ہیں تو وہ رطوبتِ جاذبہ بن جاتی ہے۔

غدودِ جاذبہ کے افعال

غدودِ جاذبہ کے افعال بے حد پراسرار ہیں۔ جوں جوں ان کے اسرار کھلتے جائیں گے صحت و قوت اور بڑھاپے کے راز معلوم ہوتے جائیں گے۔ ظاہر میں معلوم ہوتا ہے کہ:

- ① جو رطوباتِ خون سے ترشہ ہو کر جسم پر گر کر جزو بدن بن جاتی ہیں اور باقی جو بچتی ہیں ان کو یہ غدود جذب کر کے پھر خون میں ملا دیتے ہیں۔
- ② جب غدودہ رطوباتِ جذب کر لیتے ہیں تو پھر ان میں ایک قسم کا خمیر پیدا ہوتا ہے۔ پھر وہی خمیر شدہ رطوبت یا خون میں شریک ہوتی ہے یا غذا میں شامل ہوتی ہے اور اس کے لیے کیسیادی طور پر صحت و قوت اور جوانی کا باعث بنتی ہے۔

۳) ہر نغدہ جاذبہ کے خمیر کا اثر جدا ہے مگر سب خمیروں میں ایک قدر مشترک ہے یعنی ان میں ترشی کا اثر ضرور پایا جاتا ہے۔

فرنگی طب کی غلط فہمی

فرنگی طب کی تحقیق یہ ہے کہ ہر نغدہ کے اثرات جدا جدا ہونے کے ساتھ ساتھ ان کے افعال بھی جدا جدا ہیں۔ یہ ان کی غلط فہمی ہے۔ ایسا ہرگز نہیں ہے بلکہ یہ ایک مکمل نظام ہے جس کے تحت تمام نغدہ کام کرتے ہیں اور ان کا ایک مرکز ہے جو ایک بہت بڑا نغدہ جاذبہ ہے جس کا نام طحال ہے۔ تمام نغدہ اس کے افعال کے مطابق اپنے افعال انجام دیتے ہیں۔ اگر چنانچہ اندر جو خمیر تیار ہوتے ہیں۔ ان کے اثرات جدا جدا ہوتے ہیں۔ طحال کی تشریح اور افعال درج ذیل ہیں:

طحال کی تشریح

طحال ان نغدہ میں سب سے بڑا ہے جن میں کوئی نالی نہیں ہوتی۔ اور یہ نغدہ کی سیاہی اور طور پر جذب و دفع سے کام کرتے ہیں۔ طحال کو ان میں مرکزی حیثیت حاصل ہے۔ مرکزی صورت ہے یہ کہ اس کے طریق عمل کے مطابق ہی تمام نغدہ جاذبہ اپنا عمل جاری رکھتے ہیں۔ گویا جسم کے دیگر نفاذوں کی طرح ان کا بھی ایک نظام ہے۔ طحال شکل میں چھنی، مستطیل، رنگت میں سرخ سیاہی مائل اور نرم و نازک ہوتی ہے۔ پیٹ کے بائیں طرف نیچے والی پسیلوں کے نیچے رہتی ہے۔ آبدار تھلی اس کو چاروں طرف سے ملغوف کرتی ہے۔ اس تھلی کا ایک بند اس کو معدہ کے ساتھ ملاتا ہے۔ تندرست جوان آدمی میں طحال کا طول پانچ انچ، عرض تین یا چار انچ، موٹائی ایک یا ڈیڑھ انچ اور وزن اڑھائی تا تین چھٹانک ہوتا ہے۔ اس کی بیرونی سطح صاف اور حجاب عاجز کے نیچے رہتی ہے۔ اندرونی سطح مقعر ہوتی ہے۔ جو بذریعہ ایک کھنڈانہ (نالی طحال) ستروہ الطحال (بالم) کے دو حصوں میں تقسیم ہو جاتی ہے۔ اس سطح میں معدہ کا ابھار بلبہ کا ہار ایک سرا اور خمدار آنت کا خم ہوتا ہے۔ حالت صحت میں طحال پسیلوں کے نیچے محسوس نہیں ہو سکتی۔ مگر حالت مرض میں وہ بڑھ جاتی ہے اور بعض اوقات ناف اور پیڑ و تک پھیل جاتی ہے۔

طحال کے افعال

- ۱) طحال کا سب سے اہم کام یہ ہے کہ تمام نغدہ جاذبہ اس کے مطابق عمل کرتے ہیں۔ گویا نغدہ جاذبہ طحال کے تحت ایک نظام میں اپنے افعال کے مطابق عمل کرتے ہیں۔ گویا نغدہ جاذبہ طحال کے تحت ایک نظام میں اپنے افعال جاری رکھتے ہیں۔
- ۲) طحال اور تمام نغدہ جاذبہ جسم کی وہ تمام رطوبت جذب کر لیتے ہیں جو جگر اور دیگر نغدہ ناکا سے جسم پر ترشح پاتی ہے۔
- ۳) طحال اور دیگر تمام نغدہ جاذبہ شدہ رطوبت کو خمیر کے ذریعے پختہ کرتی ہے۔
- ۴) پرانے اور ناکارہ سرخ دانہ بے خون کو ضائع کرنے کا فرض انجام دیتی ہے۔
- ۵) نئے سفید دانہ بے خون بناتی ہے۔
- ۶) سرخ دانہ بے خون بھی بناتی ہے۔
- ۷) ایسا مواد تیار کرتی ہے جو خون میں غلظت اور ترشی پیدا کرتا ہے۔
- ۸) خون میں فولاد و چونا پیدا کرتی ہے۔
- ۹) خون کو طاقت دیتی ہے جو خون کے دباؤ کے سلسلہ میں مدد کرتی ہے۔
- ۱۰) دیگر نغدہ جاذبہ جیسے بلبہ وغیرہ کے افعال میں مدد دیتی ہے۔

سودا

طحال کے افعال سے جو مواد پیدا ہوتا ہے۔ اس میں وہ تمام خوبیاں پائی جاتی ہیں جو سودائے طبعی میں پائی جاتی ہیں۔ اگر طحال کو جسم سے خارج کر دیا جائے تو جسم میں طحال کے یہ اوصاف اور عمدہ سودا کی پیدائش ختم ہو جاتی ہے۔ ان حقائق سے ثابت ہوا کہ طحال اور سودائے خالص جسم میں کس قدر اہم فرائض انجام دیتے ہیں۔ اور ان کا صحت و طاقت اور جوانی کے قیام میں کتنا دخل ہے۔ اس لیے بڑھاپے کے علاج میں طحال اور غدود جا بے کے نظام کو مد نظر رکھنا کتنا لازمی اور اہم ہے۔

بڑھاپا اور خون

یہ مسئلہ حقیقت ہے کہ جب تک جسم میں صحیح عمل خون کی پیدائش قائم رہتی ہے انسان میں شباب اور قوت قائم رہتی ہے۔ ہر نوجوان کا خون اس کی ایک زبردست دلیل ہے اور ایسے انسان جن کی عمر ساٹھ اور ستر سے زیادہ ہے اور وہ غیر معمولی صحت مند معلوم ہوتے ہیں۔ ان کی صحت جوانی اور قوت کا راز بھی جسم میں صحیح اور مکمل خون کی پیدائش ہے۔ ظاہر میں جوانی اور بڑھاپے میں فرق ہوتا ہے۔ مگر جسم و روح اور نفس و ذہن میں کوئی خاص تغیر پیدا نہیں ہوتا۔ بلکہ اکثر بڑھاپے میں جسم کو نیا روح بیدار نفس کے جذبات میں شدت اور ذہن میں تیزی محسوس ہوتی ہے لیکن جوانی کی قوت اور تیزی کی کمی کا احساس شدت سے ہوتا ہے۔ اس لیے بڑھاپے کے علاج میں خون کا مکمل تجزیہ لازمی ہے۔

علم و فن طب اور پیدائش خون

معدہ میں غذا ہضم ہونے کے بعد کیلوں کی صورت میں دل کی طرف جائے یا امعاء کی طرف گریے۔ یہ اس وقت تک بلغم یا خام خلط ہی کہلاتی ہے جب تک جگر میں جا کر اس میں پختگی پیدا نہ ہو۔ جب کیوس جگر میں جا کر نفع حاصل کرتا ہے تو اس کی چار صورتیں بن جاتی ہیں۔ جو حصہ صحیح طور پر پختہ ہو جاتا ہے وہ ① خون بن جاتا ہے۔ جو حصہ زیادہ پک جاتا ہے وہ ② صفراء بن جاتا ہے۔ جو جل جاتا ہے وہ ③ سودا بن جاتا ہے۔ اور جو خام رہ جاتا ہے وہ ④ بلغم کہلاتا ہے۔

جب یہ چاروں اخلاط طبعی صورت میں ہوں تو جسم میں صحت کا قیام ہوتا ہے اور جب ان میں سے کسی خلط میں غیر طبعی صورت پیدا ہو جائے تو جسم میں کوئی مرض نمودار ہو جائے گا۔ گویا صحت کا دار و مدار طبعی اخلاط پر ہے۔ لیکن بچپن و جوانی اور بڑھاپے میں جو اخلاط پیدا ہوتے ہیں۔ ان کی مقدار و تناسب اور طبعی خصوصیت میں بہت فرق ہوتا ہے۔ اور اگر کسی زمانے میں دوسرا مزاج قائم ہو جائے تو انسان بیمار ہو جاتا ہے۔ اس لیے بڑھاپے کے علاج میں بچپن یا جوانی کا مزاج قائم کر دیا جائے تو یقیناً بڑھاپا دور ہونے کی بجائے جسم بیمار ہو جائے گا۔ ان حقائق سے ثابت ہوا کہ بڑھاپا قابل علاج نہیں ہے۔

آیرویدک اگرچہ اعادہ شباب کا قائل ہے لیکن اس کے دوش و پر کرتیاں اور اخلاط و مزاج کی صورتیں بالکل علم و فن طب ہی کے مطابق ہیں۔ اس لیے اس میں بڑھاپے کا علاج ناممکن نظر آتا ہے۔

ماڈرن سائنس اور پیدائش خون

ماڈرن سائنس اور فرنگی طب چار اخلاط کو تسلیم نہیں کرتی۔ وہ صرف ایک خلط خون کو مانتی ہے وہ تسلیم کرتی ہے کہ خلاصہ غذا جو معدہ میں تیار ہوتا ہے جس کو کیوس کہتے ہیں اس کا ایک حصہ روح ہدیہ کے ذریعے قلب میں چلا جاتا ہے۔ باقی ہضم ہو کر امعاء میں اتر جاتا ہے۔ وہاں ہضم ہو کر کیلوں

کی شکل اختیار کر لیتا ہے۔ اس میں سفیدوانہائے خون تیار ہو جاتے ہیں۔ پھر یہی کیلوس جگر میں پہنچ کر سرخ رنگ میں تبدیل ہو جاتا ہے اور خون بن جاتا ہے۔ یعنی سفیدوانہائے سرخ دانوں میں تبدیل ہو جاتے ہیں۔

خون بظاہر دیکھنے میں تو یکساں معلوم ہوتا ہے لیکن اگر اسے بغور تیز نظری سے دیکھا جائے تو اس میں یہ دو قسم کے اجزاء نظر آتے ہیں: (۱) خون کا پانی (۲) خون کے دانے یا ذرات لیکن خون کی ترکیب میں (۱) پانی (۲) اجزائے جامدہ اور (۳) اجزائے ہوائیہ ہوتے ہیں۔ چنانچہ خون کے ایک سو حصوں میں اناسی حصے پانی اور ایکس حصے دیگر اجزائے جامدہ ہوتے ہیں اور باقی نو حصوں میں سے چھ حصے رطوبت زلالیہ (الٹیوٹن) اور رطوبت لیپیہ (فاسبرین) اور تین حصے نمکین و روغنی اجزاء وغیرہ ہوتے ہیں۔ خون میں اجزائے ہوائیہ کی مقدار اس کے حجم کے نصف سے بھی قدرے زیادہ ہوتی ہے یعنی ایک سو مکعب انچ میں تقریباً ساٹھ مکعب انچ اجزاء ہوائیہ یعنی کاربائیک ایسڈ گیس (ہوائے دھانی) آکسیجن (تھیم) اور نائٹروجن (ہوائے شورہ) ہوتے ہیں۔

اگر جسم انسانی کا کیا دوی تجزیہ کیا جائے تو اس کی بناوٹ میں مندرجہ ذیل عناصر پائے جاتے ہیں: (۱) آکسیجن (۲) ہائیڈروجن (۳) نائٹروجن (۴) کاربن (۵) فاسفورس (۶) سلفر (۷) کلورین (۸) فلورین (۹) آئرن (۱۰) کیلشیم (۱۱) سوڈیم (۱۲) پوٹاشیم (۱۳) میگنیشیم (۱۴) سلیکہ۔ یہ تمام اجزاء مختلف تناسب میں پائے جاتے ہیں۔ جب ان عناصر کا توازن اور تناسب صحیح ہوتا ہے انسان تندرست ہوتا ہے اور جب توازن و تناسب بگڑ جاتا ہے تو انسان مریض ہو جاتا ہے۔

سوال پیدا ہوتا ہے کہ کیا بچپن سے جوانی اور بڑھاپے تک صحت کی حالت میں انسانی جسم کے عناصر کا توازن اور تناسب ایک ہی رہتا ہے یا بچپن کا توازن اور تناسب جوانی اور بڑھاپے سے مختلف ہوتا ہے تو یقینی امر ہے کہ بڑھاپے میں بچپن اور جوانی میں توازن اور تناسب اس لیے قوت اور صحت کے بجائے مرض کا باعث ہوگا۔ اس لیے بڑھاپے کا علاج مشکل معلوم ہوتا ہے۔ البتہ محتاط سے ثابت ہوتا ہے کہ انسان جا راجلا یا چودہ عناصر سے مرکب ہے اور انسانی خون کی تشکیل جگر میں ہوتی ہے۔ گویا جگر (جو غدود نا کلا کا مرکز ہے) محال (جو غدود جاذبہ کا مرکز ہے) کی طرح خون کی تشکیل میں اہم افعال انجام دیتا ہے۔

جگر

جسم کے تین اعضاء زبیدہ میں سے جگر بھی ایک عضو نہیں ہے۔ اس لیے اس کی اہمیت مسلمہ ہے۔ یہ جسم میں غذا اور حرارت اور قوت کا مرکز تسلیم کیا گیا ہے۔ جگر بھی محال کی طرح ایک قسم کا غدہ یعنی گٹھی ہے۔ لیکن یہ محال بلکہ جسم انسان کے کل غدو کی نسبت بڑا ہے اور افعال کی حیثیت سے بھی محال سے مختلف ہے۔ محال غدہ جاذبہ اور غیر نالی دار غدہ ہے جیسا کہ ہم لکھ چکے ہیں اور جگر نالی دار غدہ ہے اور جسم کے تمام نالی دار غدود کا مرکز ہے حالت صحت میں جوان انسان کے جگر کا وزن ڈیڑھ دو سیر یا جسم کا چالیسواں حصہ ہوتا ہے۔ اس کا طول دس سے بارہ انچ اور عرض چار سے سات انچ ہوتا ہے۔ جگر کی بالائی سطح صوب اور زیریں مقعر ہوتی ہے۔ زیریں سطح پر ایک لمبی اور زنگر کو دو حصوں میں تقسیم کر دیتی ہے جن میں دایاں حصہ بہ نسبت بائیں کے بہت بڑا ہوتا ہے۔ اس پر دو عدد جھلیاں ہوتی ہیں۔ ان میں سے ایک عضلاتی اور دوسری اعصابی ہوتی ہے۔ جگر کی رنگت سرخی نائل بھوری ہوتی ہے۔

مقام جگر

جگر کا بہت سا حصہ دائیں جانب پیٹوں کے نیچے معدہ کے اوپر ہوتا ہے مگر اس کے بائیں گوشے کا تھوڑا سا حصہ بائیں جانب معدہ کے

نیچے بھی رہتا ہے۔ جگر کی بالائی سطح حجاب حاجز کے نیچے رہتی ہے جس پر آبدار جھلی (باربلٹون صفاق) لگی رہتی ہے۔ یہ سطح دیا فرخنا اور دیو ایشم سے متصل ہوتی ہے اور باطن مطلق کے ذریعے دائیں اور بائیں دو زوائد یا لوتھڑوں میں منقسم ہوتی ہے۔ زیریں سطح پر بھی سوائے ایک دو درزوں کے باقی سب پر آبدار جھلی لگی رہتی ہے۔ اس سطح کے نیچے معدہ بارہ انگلیں آنت اور دایاں گردوہ وغیرہ ہوتے ہیں۔

جگر بزرگ یا پانچ بند یار باطالت کے اپنی جگہ پر قائم رہتا ہے۔ جگر میں پانچ شکاف پانچ زوائد یا لوتھڑے اور پانچ ہی قسم کے عروق ہوتے ہیں۔ جگر کے پانچ بند یار باطالت میں سے چار تو صفاق یا باربلٹون کے ہوتے ہیں۔ جگر پر صفاق کا مکمل غلاف ہوتا ہے۔ اس کے علاوہ جگر پر خاص کبدی غشا بھی ہوتی ہے جو جگر کو دیگر اعضاء سے ملانے کا ذریعہ ہے کیونکہ وہ تمام اعضاء پر استر کرتی ہے۔ جگر بناایت درجہ عروقی عضو ہے۔ جس میں تمام جسم کا پھیلائی حصہ خون سے بھر رہتا ہے جس وقت جگر میں خون کی مقدار زیادہ ہوتی ہے تو اس کا حجم بڑھ جاتا ہے اور مقدار کم ہو جاتی ہے تو وہ گھٹ جاتا ہے۔

جگر کی ساخت

جگر چونکہ ایک نالی دار غدہ ہے۔ اس کی ساخت بالکل نالی دار غدہ کی طرح ہے غدہ کی ساخت کی سادہ مثال خلیہ ہے جو ربوط تہ پیدا کر کے خارج کرتا ہے۔ جگر اور دیگر نالی دار غدہ کی ساخت قشری انسج (ایٹھصل نشوز) کی ساخت سے تیار ہوتی ہے اور غشائے مخاطی بھی اسی ساخت سے تیار ہوتی ہے۔ غدہ میں عروق دمویہ کثرت سے ہوتی ہیں اور ان کا جال خلا مغرہ کے گرد بہت زیادہ ہوتا ہے۔ جب خون غدہ کے قریب پہنچتا ہے تو غدہ اس خون سے اپنے مواد کو جذب کر لیتے ہیں اور اپنی ضرورت کی رطوبات بنا لیتے ہیں۔ اعصاب بھی غدہ میں داخل ہوتے ہیں اور غلیات غدہ یہ کے قریب پہنچ کر ختم ہوتے ہیں۔ یہی صورت جگر کی بھی ہے جس میں صفراء غلیات سے مترشح ہو کر جمع ہوتا رہتا ہے۔ ان غلیات میں خون پہنچانے کی غرض سے جو شرابا نہیں داخل ہوتی ہیں وہ لوتھڑوں کے باہر نہیں رہ جاتیں بلکہ ان لوتھڑوں سے گزر کر اور وہ میں ختم ہوتی ہیں۔ جو جگر کے مرکز میں واقع ہیں بالکل یہی صورت ہر غدہ میں پائی جاتی ہے جن سے ان کا دوران خون قائم رہتا ہے۔

جگر کے افعال

جگر کو تغذیہ اور تسمیہ کا مرکز تسلیم کیا گیا ہے اور غدہ کا مرکز ہونے کی وجہ سے انہی کے ذریعے جسم کو غذا پہنچاتا ہے۔ اس کی غذا میں خون اور دیگر اجزاء جو جگر میں تیار ہوتے ہیں پہنچائے جاتے ہیں جو کچھ بھی جگر تیار کرتا ہے وہ بھی اس کے افعال میں شمار ہوتے ہیں جو درج ذیل ہیں:

تولید مواد

غذا معدہ اور امعاء میں ہضم ہونے کے بعد جگر میں جاتی ہے وہ پختہ ہو کر خون (سرخ ذرات خون) بن جاتی ہے۔ زیادہ پختہ ہو جاتی ہے وہ صفراء بن جاتی ہے اور جو خاصہ ہر جاتی ہے وہ پختہ کہلاتی ہے اور پختہ کا جو حصہ غلیظ بن جاتا ہے اس کو سودائے طبعی (سفید ذرات خون) کہتے ہیں۔ اور یہ عمل مسلسل جاری رہتا ہے۔ بلکہ جسم کے تمام نالی دار غدہ میں بھی یہی سلسلہ جاری رہتا ہے اور پھر خون غذائے جسم میں صرف ہوتا رہتا ہے۔

مولد صفراء

جو غذائی محلول جگر میں زیادہ پختہ ہو جاتا ہے وہ صفراء بن جاتا ہے۔ صفراء ایک سیال رطوبت ہے جس میں لزوجیت ہوتی ہے۔ اس کی رنگت زرد شہری ماں ہوتی ہے۔ اس کا ذائقہ بے حد تلخ ہوتا ہے۔ جب تیار ہو جاتا ہے تو ایک نالی کے ذریعے پتہ میں جمع ہوتا رہتا ہے۔ پیدائش کے وقت

بتلا ہوتا ہے اور پتہ میں اکٹھا ہو کر غلیظ بن جاتا ہے۔ پھر وہاں سے ایک ٹالی کے ذریعہ بارہ لگشتی آنت میں گرتا ہے۔ صحت کی حالت میں ایک جوان آدمی میں جو پیس گھٹنے کے اندر نصف لے لے کر سوا۔ تک صفراء پیدا ہوتا ہے۔ مرادہ (پتہ) ناشپاتی کی شکل کی ایک تھیلی ہوتی ہے جو جگر کے دائیں حصے کی چٹلی سطح پر اس کے کنارے پر لگی رہتی ہے۔ یہ حیلہ دوا چلے گی اور ایک اونچے چوڑی ہوتی ہے۔ صفراء جسم میں مولد حرارت دافع قبض، مصل مواد دافع لعن اور شکر تیار کرتا ہے اور قیام صحت کے لیے یہ ایک اہم جزو ہے اور دافع امراض کے لیے ایک لازمی شے ہے۔ خصوصاً ترشی و تیزابیت اور سوڑش و یریا ح کے لیے تریاق ہے۔

قیام جوانی و صحت اور طاقت کے لیے جگر بے حد اہم افعال انجام دیتا ہے۔ اس وقت تک نہ صرف صحت و طاقت قائم رہتی ہے بلکہ جوانی قائم اور بال سیاہ رہتے ہیں۔ جو لوگ جگر کے افعال جب تک صحیح رکھنے کی کوشش کرتے رہتے ہیں اس وقت تک بڑھاپا قریب نہیں آتا۔ اس لیے جگر کے افعال کو درست رکھنا نہایت لازمی امر ہے۔

قیام شباب

انسانی زندگی میں شباب کے لیے ایک زمانہ مقرر ہے جو بچپن کے اختتام اور بڑھاپے کی ابتداء تک قائم رہتا ہے۔ لیکن ایک مقررہ زمانہ تک یہ شباب اس صورت میں قائم رہتا ہے جب جسم میں جوانی کی طاقت قائم ہے اور طاقت اچھی صحت سے پیدا ہوتی ہے۔ اکثر دیکھا گیا ہے کہ جوانی تو رہی ایک طرف بعض لوگوں کی صحت بچپن ہی میں خراب ہو جاتی ہے اور جوانی بھر خراب رہتی ہے بلکہ بچپن ہی میں بڑھاپے کی علامات پیدا ہو جاتی ہیں۔ جن میں سے خاص طور پر غیر معمولی دہلا پن گالوں کا اندر و جنس جاننا بالوں کا سفید ہو جانا اور غیر معمولی کمزوری کا پیدا ہو جانا قابل ذکر ہیں۔ یعنی ضرورت کے مطابق جسمانی و ذہنی اور جنسی طاقتوں وغیرہ کا نہ ہونا۔ یعنی ایک قسم کا غیر طبی بڑھاپا پیدا ہو جاتا ہے۔ اگر کوئی معالج اس غیر طبی بڑھاپے کو پھر سے شباب میں بدل دے تو یہ بھی علم فون طب کا ایک بہت بڑا کارنامہ ہوگا۔

حقیقت میں یہی اعادہ شباب ہے کیونکہ ہم ثابت کر چکے ہیں کہ بڑھاپا ایک فطری امر ہے اور انسان میں جس قدر بھی طاقت ہو بڑھاپا ضرور آئے گا اور اگر بڑھاپے میں جوانی کی طاقت پیدا کرنے کی کوشش کی جائے گی تو جسم اس امر کو تحمل نہ ہو سکے گا اور اس طرح وہ بیمار ہو جائے گا اور پہلی قوت بھی قائم نہ رہ سکے گی۔

اعادہ شباب

تحقیقات سے یہ حقیقت روشن ہو گئی ہے کہ ہر عمر کے لیے ایک مزاج اور خون میں خاص قسم کے اجزاء کی ضرورت ہے۔ اگر اس عمر میں دوسری عمر کا مزاج اور اجزاء خون پیدا ہو جائیں تو اس عمر کا انسان یقیناً مریض ہو جاتا ہے۔

مثلاً اگر بچپن میں جوانی کا مزاج پیدا ہو جائے تو وہ بچپن بیمار ہو جائے گا۔ یہی صورت جوانی اور بڑھاپے کی تبدیلی سے پیدا ہو جاتی ہے۔ البتہ اگر غیر طبی بچپن و جوانی اور بڑھاپا پیدا ہو جائے تو اس کو اگر طبی عمر میں بدل دیا جائے تو یہ صحیح معنوں میں اعادہ شباب ہوگا۔ یاد رکھیں کہ اس غیر طبی بڑھاپے کو جوانی میں بدل دینا بھی کوئی معمولی کام نہیں ہے بلکہ یہ طبی دنیا کا ایک عظیم کارنامہ اور معجزہ ہے۔

جوانی اور قوت

ظاہری طور پر تو یہ معلوم ہوتا ہے کہ قوت کا تعلق جوانی کے ساتھ ہے لیکن حقیقت میں قوت کا تعلق اچھی صحت کے ساتھ ہے۔ البتہ اگر جوانی میں اچھی صحت قائم رہے تو واقعی جوانی قوت کا انتہائی زمانہ ہے لیکن اگر بڑھاپے میں بھی اچھی صحت کو قائم رکھا جائے تو نہ صرف قوت قائم رہتی ہے

بلکہ لمبی عمر بھی پائی جاسکتی ہے۔ جہاں تک اچھی صحت کا تعلق ہے ہم نے ثابت کیا ہے کہ دل و دماغ کی تقویت کے ساتھ غدنا کا (جگر کے غدود) غدود غیر نا کلا (غلام) کے غدود جاڑبہ) میں جو فیر تیار ہوتے ہیں وہ اپنی پوری طاقت میں تیار ہونے چاہئیں۔ یہ ایک ایسا خود کار نظام ہے جو ایک دوسرے کے ساتھ وابستہ اور معاون ہے کہ ایک دوسرے کے تعلق سے چلتے ہیں اور ایک دوسرے کی خرابی سے رکھتے ہیں۔ یعنی دل کے صحیح عمل کے ساتھ اگر دوران خون جسم میں دوڑتا ہے تو ساتھ ہی غدود غیر نا کلا جسم کی رطوبات کو جذب و پختہ کر کے خون میں شامل کرتے ہیں۔

اسی طرح دماغ کے صحیح افعال کے ساتھ اعصاب میں احساس کی قوت دوڑتی رہتی ہے تو دوسری طرف غدنا کا کلا کی رطوبات پختہ ہو کر جسم پر ترشح یا کر جسم کی غذا کا باعث بنتی ہیں۔ اس طرح قوت و صحت اور زندگی قائم رہتی ہے۔ طب قدیم نے چار اخلاط کے اعتدال و قوت اور درستی پر صحت و قوت اور زندگی کا نظام قائم کیا ہے۔ بغیر کو خام خون بیان کیا ہے۔ جب تک یہ پختہ ہو کر خون نہ بنے جسم کی غذا اور قوت نہیں بن سکتا۔ خون جسم کی غذا اور قوت اس وقت تک نہیں بن سکتا جب تک اس میں صفراء کی حرارت (غدنا کا کلا کی رطوبت) اور سودا کی قوت (غدود غیر نا کلا کی رطوبت) کی قوت شریک نہ ہو۔

گویا جسم میں صفراء کی حرارت اور سودا کی قوت کے بغیر خون کی کوئی حیثیت نہیں ہے۔ اس لیے جسم میں صحت اور طاقت کے لیے لازم ہے کہ صفراء اور سودا کی مناسب مقدار ہونی چاہیے۔ یہی جوانی و قوت اور صحت و زندگی کا راز ہے۔

صفراء کے متعلق تو بہت تحقیقات ہو چکی ہیں لیکن ابھی تک بہت کچھ تحقیقات کرنے کی ضرورت ہے۔ مثلاً جن لوگوں میں طبعی صفراء کی کافی مقدار موجود ہو ان کے بال سفید نہیں ہوتے۔ قبض یا خضہ کی خرابی اور پٹوں کی کمزوری وغیرہ وغیرہ نہیں ہوتے۔ لیکن جہاں تک سودا کا تعلق ہے فرنگی طب اس کو تسلیم نہیں کرتی اس لیے وہ اس کے متعلق کوئی تحقیقات نہیں کر سکی۔ لیکن بہت جلد وہ سودا اور اس کی خوبیوں کو تسلیم کر لیں گے۔ اکثر اطباء کو بھی سودا کے نام سے وحشت ہوتی ہے لیکن حقیقت یہ ہے کہ جسم انسان اور خون میں سب سے طاقت ور غلط طبعی سودا ہے۔ یہ سب غدود غیر نا کلا (غدود جاڑبہ) کا مرکب ہے۔ اس سے جسم اور خون میں سرفی پیدا ہوتی ہے اور اسی سے خون میں گاڑھا پن پیدا ہوتا ہے اور اسی سے دل کے فعل میں تیزی اور قوت پیدا ہوتی ہے۔

جن لوگوں میں طبعی سودا کی زیادتی ہوتی ہے ان کو بھی ذیابیطس، نزلہ و زکام اور اور بيشر جیسے خون کی امراض وغیرہ پیدا نہیں ہو سکتے۔ اس لیے قیام شباب اور صحت و طاقت اور تندرستی کے لیے طبعی صفراء کی طرح طبعی سودا کا ہونا بھی انتہائی ضروری ہے۔

”کیا بڑھاپا قابل علاج ہے“ کا مضمون روزنامہ امروز کا پس منظر ”بڑھاپا“ پڑھنے کے بعد شروع کیا تھا۔ جس پر ایک بڑھیا کی تصویر بھی تھی۔ اس میں لکھا تھا کہ یہ تصویر ایک دس سالہ لڑکی کی ہے جس کو بڑھاپا آ گیا۔ اس کے بال سفید ہو گئے ہیں۔ اس کے گال اندر و جھنس گئے ہیں اور چہرے پر چھریاں پڑ گئی ہیں۔ کیا مرض قابل علاج ہے؟

ہم نے ماہنامہ ”رجسٹریشن فرنٹ“ میں اپنے مضامین کا سلسلہ شروع کر کے اپنی تحقیقات کو پیش کرنا شروع کر دیا۔ ہم نے ثابت کیا ہے کہ طبعی بڑھاپا قابل علاج نہیں ہے جو ہر تین سال کے بعد شروع ہوتا ہے۔ جوانی میں لگ جائے یہ مرض ہے۔ اس کا علاج مرض کی صورت میں ہونا چاہیے اور پھر یہ مرض یقیناً قابل علاج ہے لیکن اس کے علاج کے لیے معالج کا ماہر ہونا ضروری ہے جہاں تک فرنگی طب کا تعلق ہے وہ نہ اس مرض کے اسباب کو جانتی ہے اور نہ ہی اس کا علاج کر سکتی ہے۔ میرا یہ دعویٰ اپنے پینتالیس سال کے فی تجربہ بات و مشاہدات اور تحقیقات کی بنا پر ہے۔ میں نے نہ صرف ایسے ہزاروں مریضوں کو دیکھا ہے بلکہ کامیاب علاج کیا ہے۔ اس مرض کا کامیاب اور یقینی علاج درج ذیل ہے۔

اسباب

غذا کی بے اعتدالی بار بار کھانا بھوک کے کھانا، کھانے کے فوراً بعد پکا یا سخت کام کرنا، پڑھنا، پیٹ کے بل لیٹنا، ورزش کرنا، جماع کرنا، تفریح کرنا یا کوئی ایسا کام کرنا جس سے دل (عضلات) کی حرکت تیز ہو جائے، تیز مصالحوں اور چٹ پٹی انڈیہ۔ اچار اور چٹنیاں کثرت سے کھانا پانی کی بجائے بوتلیں (کوکا کولا) اور ترش مشروبات پینا، غذا میں بھل نہ کھانا، کھانے کے دوران پیاس گنگے پانی نہ پینا، خالی پیٹ پانی یا چائے وغیرہ پینا، کافی و کوکوا اور چائے کثرت سے پینا، خالص گھی اور مکھن کی جگہ بناستی گھی کھانا۔ نیم چنت گوشت یا کثرت سے نکلے کباب وغیرہ کھانا، انسانی اثرات میں غم کرنا، کوئی شدید نقصان اور صدمہ ہونا، کنبھوی کرنا، دوسروں سے نفرت کرنا، دوسروں کو دکھ دینا، ظلم کی کسی صورت کو اختیار کرنا وغیرہ وغیرہ سب اسباب قابل ذکر ہیں۔

علامات

جسم کا دبلا پتلا ہونا، چہرے پر رطوبت کا نہ ہونا، چہرے کا کھنچ جانا، گالوں کا اندر جھنس جانا، چہرے پر جھریاں پڑ جانا، چہرے کی پٹریوں کا نمایاں ہونا، نگاہ کمزور اور سماعت کا کم ہونا، اکثر زلہ و زکام، دائمی قبض، پیٹ میں ریاح جلن اور بے چینی مرض کی زیادتی کی صورت میں پیٹ کے عضلات میں سوزش اور دبانے سے درد ہوتا ہے۔ انتہائی شدت کا درد اکثر رہتا ہے، پیٹ میں پھوڑا بن جانا، انتہائی حالت میں پیٹ کے عضلات میں سرطان (کینسر) پیدا ہو جاتا ہے۔ اعصاب کمزور ہو جاتے ہیں۔ صفراء کی پیدائش بند ہو جاتی ہے اور حرارت تقریباً ختم ہو جاتی ہے۔ جنسی امراض میں احتیاط کی شدت اور مادہ منویہ کا ضائع ہو جانا۔ ہر وقت غم کی سی حالت، دوسروں سے رفتہ رفتہ نفرت پیدا ہو جانا بلکہ دکھ پانچا رکھتے ہیں، ذہن حاصل کرنا، کسی کو ایک پیسہ دینے کو دل نہ کرنا، انتہائی کنبھوی، اکثر چٹ پٹی غذا یہ و اشیاء پسند کرنا اور کھانا، اکثر ایسے لوگ جرمانہ ذہنیت رکھتے ہیں، ذہن و ضمیر اور روح میں مذہب و قانون اور اخلاق کا احترام نہیں رہتا، صرف اپنی خواہشات کے لیے تلک و دو کرنا اور زندہ رہنا پسند ہوتا ہے۔ ایسے مریضوں کا انجام کھل کھل کر مر جانا اور بعض صورتوں میں خودکشی اور مقابلوں میں مر جانا ہوتا ہے۔

علاج

ایسے مریضوں کا علاج بڑی کوشش سے کرنا چاہیے اور ان کے ساتھ بے حد ہمدردی کرنی چاہیے۔ یہ بات ہر معالج کو جان لیننی چاہیے کہ وہ نہ مفتی ہے نہ جج کہ اس کے بد اعمال کو خیال کرتے ہوئے اس کی پوری خدمت نہ کرے۔ ممکن ہے اس کے انتہائی اخلاقی سلوک سے اس کا ذہن درست ہو جائے، ضمیر بدل جائے اور روح جاگ اٹھے اور باقی زندگی انسانی مقصد کے لیے دوسروں کی خدمت میں گزار دے، بس یہی انسانیت ہے۔

تدائیر کی علاج

مریض کو دیکھنے کے بعد اس کو اول ایک علامت بتائے۔ پھر اس کو یقین پیدا کر دے کہ وہ تمام مرض کو پورے طور پر جانتا ہے اور اس کو بہت جلد آرام آ جائے گا۔ پھر مریض کی روزانہ زندگی و خیالات اور غذا میں تبدیلی پیدا کر دے۔ جب تک اس کی زندگی، خیالات اور غذا میں حسب نشا تہ تبدیلی نہ ہو ورنہ نہیں۔ اور اس بات کی کوشش کریں کہ مریض کو بھوک میں شدت پیدا ہو جائے۔

یاد رکھیں کہ صحیح بھوک یعنی غذا کی اصل طلب انسان کے ذہن و ضمیر اور روح کو صحیح راستہ پر ڈال دیتی ہے۔ یہی صحیح علاج کا تقاضا ہے۔ لفظ بھوک صرف خواہش ہوتی ہے، بھوک نہیں ہوتی۔ ہمیشہ بھوک اور خواہش کا فرق معلوم کرنا از حد ضروری ہے۔ مریض کی بھوک کو ہر وقت معلوم کرتے رہنا چاہیے اور غذا کو روکتے رہنا چاہیے۔ بھوک کا صحیح لگانا نصف علاج ہے اور صحیح غذا کا استعمال کرنا مکمل علاج اور صحت کا قیام ہے۔

غذا

ہوانی اغذیہ: بکری کا گوشت، مرغ کا گوشت، تیز شیر و مرغابی کا گوشت اٹلے، بھیڑ، بکری اور گائے کا دودھ۔

میوہ جات: چلتوزہ اور بادام۔

پھلوں: آم، کھجور، خوبانی، آلو، بالو، شہتوت، انگور، امرود، خرپوزہ، میٹھا، پیٹھ۔

سبزیوں: میتھی، کاساگ، وادرک، سبز مرچ، لہسن، ٹنڈے، مینڈی، گاجر، حلوہ، کدو۔

اناج: گیہوں اور مونگ استعمال کرائیں۔

مفرد ادویات

اجوائن، اسارون، فستقین، انزروت، بادیان، بانسہ، باؤ، بونگ، بکائن، بید، انجیر، پلاس، پاپڑا، پودینہ، تلسی، تیز پات، حب، اسلوک، رائی، رسوت، روغن زیتون، زیرہ سیاہ، سورنجاں، سونٹھ، شہد اور گھی وغیرہ۔

مرکب ادویات

ایک بار پھر یہ حقیقت ذہن نشین کر لیں کہ غیر طبعی بڑھاپا عضلات (قلب) میں سوزش کا نام ہے جس سے عضلات سکڑنا شروع ہو جاتے ہیں۔ اعصاب میں ضعف اور جگر میں سکون سے حرارت ختم ہونا شروع ہو جاتی ہے۔ اس کا علاج یہ ہے کہ خود میں تحریک شروع کر دی جائے جو اغذیہ اور ادویہ غذائی تحریک پیدا کرتی ہیں ان سے جگر میں حرارت پیدا ہونا شروع ہو جاتی ہے جس سے عضلات میں پھیلاؤ اور موٹاپا پیدا ہونا شروع ہو جاتا ہے۔ اس مقصد کے لیے غذائی عضلاتی اور غذائی اعصابی دونوں ضرورت کے مطابق استعمال کیے جاسکتے ہیں۔ ان کے علاوہ تحقیقات فارما کو بیوا اور تحقیقات الجھرات میں جو غذائی اعصابی اور غذائی عضلاتی نسخے درج ہیں دیئے جاسکتے ہیں۔

اسراری روغن

(غذائی اعصابی) جما لگو، ایک چھنا تک، گھی خالص گائے، بڑھیر، گھی کو آگ پر رکھیں اور اس میں جما لگو، چھیل کر ڈال دیں۔ جب جل کر کولہ ہو جائیں تو ان کو نکال کر پھینک دیں۔ بس تیار ہے۔ صبح و شام بعد از غذا ایک چمچ (ٹی سپون) کے برابر استعمال کریں۔ بے حد مفید ہے۔

اعادہ شباب کے لیے مجربات

لذوقیام شباب

مغز اخروت ایک سیر، پیٹھ ایک پاؤ، کشش سوا سیر۔

ترکیب: پہلے مغز اخروت اور پیٹھ کو ملا کر باریک کر لیں۔ پھر کشش ڈال کر اس قدر ملائیں کہ یک جان ہو جائیں۔ پھر ان کے لذوق بنالیں۔

خوراک: عام لذوقوں کے برابر ہونی چاہیے۔ صبح ناشتہ میں ایک سے تین لذوقوں تک کھائیں۔ اگر رات کو بھی چاہیں تو کھا سکتے ہیں۔

برقی شباب آور

بلادر ایک چھنا تک، نارنیل، ذیرہ سیر۔

ترکیب: اول نارنیل کو باریک کدو کش میں باریک کر لیں۔ (نارنیل کے لیے خاص کدو کش ہوتے ہیں) پھر نارنیل اور بلادر ملا کر خوب کوئیں کہ

یک جان ہو جائیں۔ تین سیر چینی کا گاڑھا تو ام تیار کر کے نیچے اتار لیں اور کسی کھلے برتن میں پھیلا دیں۔ پھر بر فیاں کاٹ لیں۔

خوراک: ہر غذا کے درمیان ایک سے لے کر تین بر فیاں تک کھا سکتے ہیں۔ یہ دو یا زیادہ تر ان لوگوں کے لیے ہے جن کے بال سفید ہو گئے ہیں۔

اطر یقل شباب آور

بلادر ایک چھٹانک ہلیہ ہلیہ اور آملہ ہر ایک آٹھ چھٹانک چینی سیر۔

ترکیب: بطریق اطر یقل تیار کریں۔ خوراک ۶ ماشہ سے ۲ تولہ تک دن میں دو تین بار استعمال کریں۔ اس میں یہ خوبی ہے کہ مقوی کے ساتھ ملین بھی ہے۔ دائمی نزلہ کا بھی یعنی علاج ہے۔

مجمون شباب آور

کچلا ایک تولہ باجی آٹھ تولے محل سولہ تولے ہلیہ سیاہ سوختہ پانچ چھٹانک شہد آدھ سیر چینی آدھ سیر معروف طریق پر مجمون تیار کر لیں۔

خوراک: ایک ماشہ سے تین ماشہ۔

حب شباب آور

نیلا قوتھا ۶ ماشے، سم الغار ایک ماشہ، شکر ف آٹھ تولے، کشتہ فولاد (کسی طریق پر تیار کیا گیا ہو فرم کارب بھی مفید ہے) ۱۶ تولہ، ایک درجن لیوں کے رس میں کھل کر لیں۔ جب گولی بنانے کے قابل ہو جائے تو بقدر نحو گولیاں تیار کر لیں۔ اگر گولیاں اچھی طرح نہ بنیں تو لیوں کا رس مزید ڈال کر کھل کر لیں۔ گولیاں تیار ہو جائیں گی۔

خوراک: ایک گولی سے تین گولی تک۔

سفوف شباب آور

پارہ ایک تولہ گندھک ایک تولہ ورق طلاہ (۳ ماشہ)۔

ترکیب: اول پارہ گندھک کی کھلی تیار کر لیں۔ پھر ایک ایک ورق ڈال کر کھل کر لیں۔ جب تمام ورق ختم ہو جائیں تو بس تیار ہے۔

خوراک: ایک رتی سے چار رتی تک پان میں ڈال کھایا کریں یا شہد میں ڈال کر چاٹ لیا کریں۔

اکسیر شباب آور

کشتہ سونا ۳ ماشہ، نمبر ۳ ماشہ، لوگ ۲ تولہ، جوتری ۲ تولہ، خولجاں ۳ تولہ، مرید زنجبیل دو چھٹانک۔

ترکیب: پہلے مرید زنجبیل کو کوٹ پیس کر شل حلوہ بنالیں۔ پھر اس میں تمام ادویات کو پیس کر شل حلوہ بنالیں۔ پھر اس میں تمام ادویات کو باریک پیس کر اس میں شامل کر دیں۔ آخر میں کشتہ سونا اور غیر شامل کر دیں۔

خوراک: ایک رتی سے چار رتی تک دیں۔

نوٹ: اس نسخہ کا استعمال سرگودھا کے ایک نوجوان نے حکیم انقلاب کی ہدایت پر کیا تھا جس کے بال جوانی میں سفید ہو گئے تھے دو اے کے ساتھ غذا بھی صفروادی مزاج کی کھانے کی ہدایت کی گئی صبح مغز بادام، مغز اخروٹ اور کھجور تینوں کو ملا کر دو تین چھٹانک تک کھالینا۔ کبھی انڈا فرانی، کبھی انڈے کا حلوہ جس میں بسنے پنے کا آنا شامل کیا گیا ہو دو پہر بکرے کا گوشت، انڈے کا سالن، ساگ ہیتھی پالک وغیرہ شام کو کھجوریں، چھو بارے یا کشمش وغیرہ کا استعمال کرنا جوانی میں بڑھاپے کو شباب کی طرف لوٹانے کا ایک عملی تجربہ اور سچا واقعہ ہے جس پر عمل کر کے ہر شخص فائدہ اٹھا سکتا ہے۔

تریق شباب آور

کشتہ چاندی ایک تولہ کستوری اصلی ۳ ماشہ زعفران اصلی ایک تولہ شہد خالص ایک چھٹا تک۔

ترکیب: اول زعفران کو پار یک کر کے شہد میں ملائیں پھر اس میں کستوری اور کشتہ چاندی ملائیں۔

خوراک: چار رتی سے ایک ماشہ تک ہمراہ حریرہ بادام صبح و شام استعمال کریں۔ اس میں سب سے بڑی خوبی یہ ہے کہ رطوبت غریزی پیدا کرتا ہے۔

اکسیر اعادہ شباب

کشتہ الماس ایک ماشہ کشتہ مرجان ایک تولہ کشتہ عقیق ایک تولہ۔

ترکیب: کشتہ جات کو آئس میں ملائیں مقدار خوراک ۲ چاول سے ایک رتی تک ہمراہ خمیرہ مرواریدن میں تین چار بار استعمال کریں۔



قانون مفرد اعضاء

”اخلاط جب مجسم ہوتے ہیں تو مفرد اعضاء بن جاتے ہیں“

قانون کلیات

انہی مفرد اعضاء کی ترکیب سے مرکب اعضاء اور مرکب اعضاء کی ترکیب سے پھر تمام جسم انسان تیار ہوتا ہے۔ گویا جسم انسان مرکب اعضاء سے مرکب ہے۔ مرکب اعضاء مفرد اعضاء سے مرکب ہیں۔ مفرد اعضاء اخلاط سے بنتے ہیں۔ اخلاط عناصر سے اور عناصر ارکان سے پیدا ہوتے ہیں۔ ارکان مادہ کی ٹھوس مانع، گیس اور آگ ہیں جو مادہ میں چار کیفیات: گرمی، خشکی، تری اور سردی سے بن جاتی ہیں۔ یہ کیفیات جو ہر کی ہیں جس میں سے مادہ پیدا ہوتا ہے۔ یہ قانون جو ہر اور مادہ سے اخذ کیا گیا ہے یعنی جو ہر سے مادہ پیدا ہوتا ہے۔ مادہ سے ارکان ارکان سے پھر کوئی عنصر پھر عنصر سے اخلاط اور اخلاط سے مفرد اعضاء بنتے ہیں۔ جن کی ترکیب سے مرکب اعضاء اور مرکب اعضاء کی ترکیب سے پھر تمام جسم انسان تیار ہوتا ہے۔

جسم انسان کے مرکب اعضاء مفرد اعضاء کی بافتوں سے مل کر بنتے ہیں اور ہر بافت (سبز) بے شمار زندہ حیوانی ذرات (سبز) سے مرکب ہے۔ یہ حیوانی ذرات دراصل اخلاط سے بنتے ہیں۔ اخلاط چار ہیں۔ اس لیے یہ حیوانی ذرات (سبز) بھی چار ہی اقسام کے ہوتے ہیں اور ان سے چار ہی اقسام کی بافتیں (انسج) بنتی ہیں۔ جن کو ہم اعضاء کہتے ہیں۔ گویا ہر مفرد عضو کی بافت یا نسج کی بناوٹ میں اس کے ایک حیوانی ذرہ سے لے کر اس کے عضوریکس تک میں ایک ہی خطہ کے حیوانی ذرات (سبز) ہوتے ہیں۔ جب کسی مفرد عضو کے ایک ذرہ کے افعال میں کوئی خرابی پیدا ہوتی ہے تو اس کا اثر اس کی پوری نسج (مفرد عضو) سے گزرتا ہوا اس کے عضوریکس تک پہنچ جاتا ہے اور اسی طرح ایک عضوریکس کی خرابی کا اثر اس کی متعلقہ نسج (مفرد عضو) کے ذریعے اس کے حیوانی ذرہ تک پہنچ جاتا ہے۔ جس سے ان مفرد اعضاء کے افعال میں افراط و تفریط اور ضعف پیدا ہو کر امراض و علامات پیدا ہوتی ہیں۔ علاج کی صورت میں انہی مفرد اعضاء کے افعال کو درست کر دینے سے ایک حیوانی ذرہ سے لے کر اس کے عضو ریکس تک کے افعال درست ہو جاتے ہیں۔ بس یہی قانون مفرد اعضاء ہے۔

جاننا چاہیے کہ جسم کی صحت اس کے اپنے مزاج کا صحیح رہنا ہے۔ جسم کی مرض اس کے مزاج کا بگڑ جانا ہے اور جسم کی موت اس کے مزاج کا باطل ہو جانا ہے۔ گویا مرض صرف بگڑے ہوئے فعل کا ظہور ہے اور پیدا آئش مرض کا حقیقی سبب ”تغیر افعال الاعضاء“ ہے جو بدن انسان کے مفرد اعضاء میں ان کے مزاج کی خرابی سے پیدا ہوتا ہے۔ اس لیے مرض سوء مزاج مفرد کے محل اور معرض بدن انسان کے مفرد اعضاء ہیں۔ مرکب اعضاء میں ان کی کیونکہ جسم انسان میں جو افعال انجام پاتے ہیں وہ مفرد اعضاء کے ماتحت انجام پاتے ہیں۔ مرکب اعضاء کے تحت انجام نہیں پاتے مثلاً معدہ مثلاً نہ سینہ آکھنکھ تاکہ اور کان وغیرہ یعنی یہ اور تمام دیگر اعضاء جو افعال انجام دیتے ہیں اپنے ان مفرد اعضاء کے ساتھ دیتے ہیں جن سے یہ مرکب ہیں۔ اس لیے امراض بھی انہیں مفرد اعضاء میں پیدا ہوتے ہیں نہ کہ مرکب عضو سارا کا سارا مریض بن جاتا ہے۔ مثلاً معدہ مرکب ہے۔ اعصاب معدہ اور عضلات سے جب وہ کسی مرض میں گرفتار ہوگا تو وہ تمام کا تمام مریض نہیں ہوگا بلکہ اس کا کوئی حصہ مریض ہوگا یعنی معدہ کے اعصاب بیمار ہوں گے یا فعدہ یا عضلات پر مرض کا اثر ہوگا۔ علاج کی صورت میں بھی اس حصے کو مد نظر رکھ کر دوا کیں دی جاتی ہیں تو بہت جلد شفا ہو جاتی ہے۔ معدہ اور دیگر مرکب اعضاء میں جو مختلف قسم کے امراض پیدا ہوتے ہیں اس کی وجہ بھی یہی ہے کہ اس کے مختلف مفرد اعضاء مرض میں گرفتار ہوتے ہیں۔ اس لیے علاج میں بھی مرکب اعضاء کی بجائے مفرد اعضاء کو مد نظر رکھنا ضروری ہے۔ اس سے تشخیص یقینی اور علاج بے حد

آسان ہو جاتا ہے۔

جسم انسان کے سر سے لے کر پاؤں تک تمام اعضاء مفردا اعضاء اعصاب، غدود و عضلات سے مرکب ہیں۔ جیسے سر آکھ ناک، کان، غذا اور ہوا کی نالیوں، سینہ، معدہ، استریاں، مثانہ اور اعضائے جنسی وغیرہ اور تمام کے تمام اعضائے ریبرہ حیاتی اعضاء اور بنیادی اعضاء سے مرکب ہیں۔ یہ کوئی جدا قسم کی تخلیق یا بناوٹ نہیں ہے۔ اس سے ثابت ہوا کہ ان مرکب اعضاء کے افعال اپنے مختلف مفرد اعضاء کی وجہ سے مختلف ہیں اور اپنے اپنے مراکز کے تابع ہیں مثلاً معدہ کے اعصاب کا تعلق دماغ سے ہے اور معدہ کے عضلات کا تعلق دل سے ہے۔ معدہ کے نالی دار غدود کا تعلق جگر سے اور غیر نالی دار غدود کا تعلق طحال سے ہے۔ گویا اعصاب میں اگر تحریک ہوگی تو اس سے معدہ کا اعصابی حصہ بھی متاثر ہوگا۔ اسی طرح اگر دل و جگر میں تحریکات ہوں گی تو معدہ کے وہ حصے اپنا اپنی جگہ متاثر ہوں گے جن کا تعلق دل و جگر کے ساتھ ہے۔ ہم نے جسم انسان کو اس کے ایک حیوانی خلیہ سے لے کر اس کے عضو تک، تک چار قسم کے مفرد اعضاء میں تقسیم کر دیا ہے:

- ① اعصاب جن کا مرکز دماغ ہے۔ عصبی خلیات سے بنتے ہیں۔ عصبی خلیات عصبی مادہ سے عصبی مادہ خون کے پلغنی عناصر کی خلط سے بنتا ہے۔ اعصاب کا کام احساس کرنا ہے۔
- ② عضلات جن کا مرکز دل ہے۔ عصبی خلیات سے بنتے ہیں۔ عصبی خلیات عصبی مادہ سے اور عصبی مادہ خون کے ریاجی عناصر کی خلط سے بنتا ہے۔ عضلات کا کام حرکات کرنا ہے۔
- ③ غدود ناکلہ جن کا مرکز جگر ہے۔ قشری خلیات سے بنتے ہیں۔ قشری خلیات قشری مادہ سے اور قشری مادہ خون کے صفراوی عناصر کی خلط سے بنتا ہے۔ غدود ناکلہ کا کام ترشح کرنا ہے۔
- ④ غدود جاذبہ جن کا مرکز طحال ہے۔ مخاطی خلیات سے بنتے ہیں۔ مخاطی خلیات مخاطی مادہ سے اور مخاطی مادہ خون کے سوداوی عناصر کی خلط سے بنتا ہے۔ غدود جاذبہ کا کام جذب کرنا ہے۔

خون عناصر کے ان چار خلطوں سے مرکب ہے جو دوران خون کے ذریعے ان چار اقسام کے مفرد اعضاء کی غذا بنتے ہیں۔ یہ تقسیم دوران خون کی گردش کے بالکل مطابق ہے جو دل عضلات سے شروع ہو کر جگر (غدود ناکلہ) سے گزرتے ہوئے دماغ (اعصاب) کے ذریعہ تمام جسم پر رطوبات کو کھینچتی ہے۔ پھر طحال (غدود جاذبہ) کے ذریعے وہ رطوبت جذب ہو کر دل (عضلات) میں شامل ہو جاتی ہے۔ یہ ایک ایسا خود کار نظام ہے جو ایک دوسرے کے ساتھ وابستہ اور معاون ہے کہ ایک دوسرے کے تعلق سے ملتے ہیں اور ایک دوسرے کی خرابی سے روکتے ہیں۔ یعنی دل کے صحیح عمل کے ساتھ اگر دوران خون جسم میں دوڑتا ہے تو ساتھ ہی غدود غیر ناکلہ جسم کی رطوبات کو جذب و پختہ کر کے خون میں شامل کرتے ہیں۔ اسی طرح دماغ کے صحیح افعال کے ساتھ اعصاب میں احساس کی قوت دوڑتی ہے تو دوسری طرف غدود ناکلہ کی رطوبات پختہ ہو کر جسم پر ترشح پا کر جسم کی غذا بنتی ہیں۔ یعنی غدود ناکلہ اعصاب کی تیزی سے رطوبات کو ترشح کرتے ہیں اور عضلات کی تیزی سے رطوبات کو روکتے ہیں لیکن غدود جاذبہ ان کے خلاف کام کرتے ہیں وہ اعصاب کی تیزی سے رطوبات کو روکتے ہیں اور عضلات کی تیزی سے رطوبات کو گراتے ہیں۔ اب ذرا قدرت کی اس ترتیب کو دیکھیں کہ اعصاب جسم میں باہر کی طرف ہیں تاکہ ہر احساس کو سمجھیں۔ عضلات جسم کے اندر کی طرف ہیں تاکہ باعث حرکت ہوں اور غدود دونوں کے درمیان ہیں تاکہ تغذیہ و تصفیہ کا باعث بنیں۔ ان چاروں کے عمل سے قوت و صحت اور زندگی قائم رہتی ہے۔

